

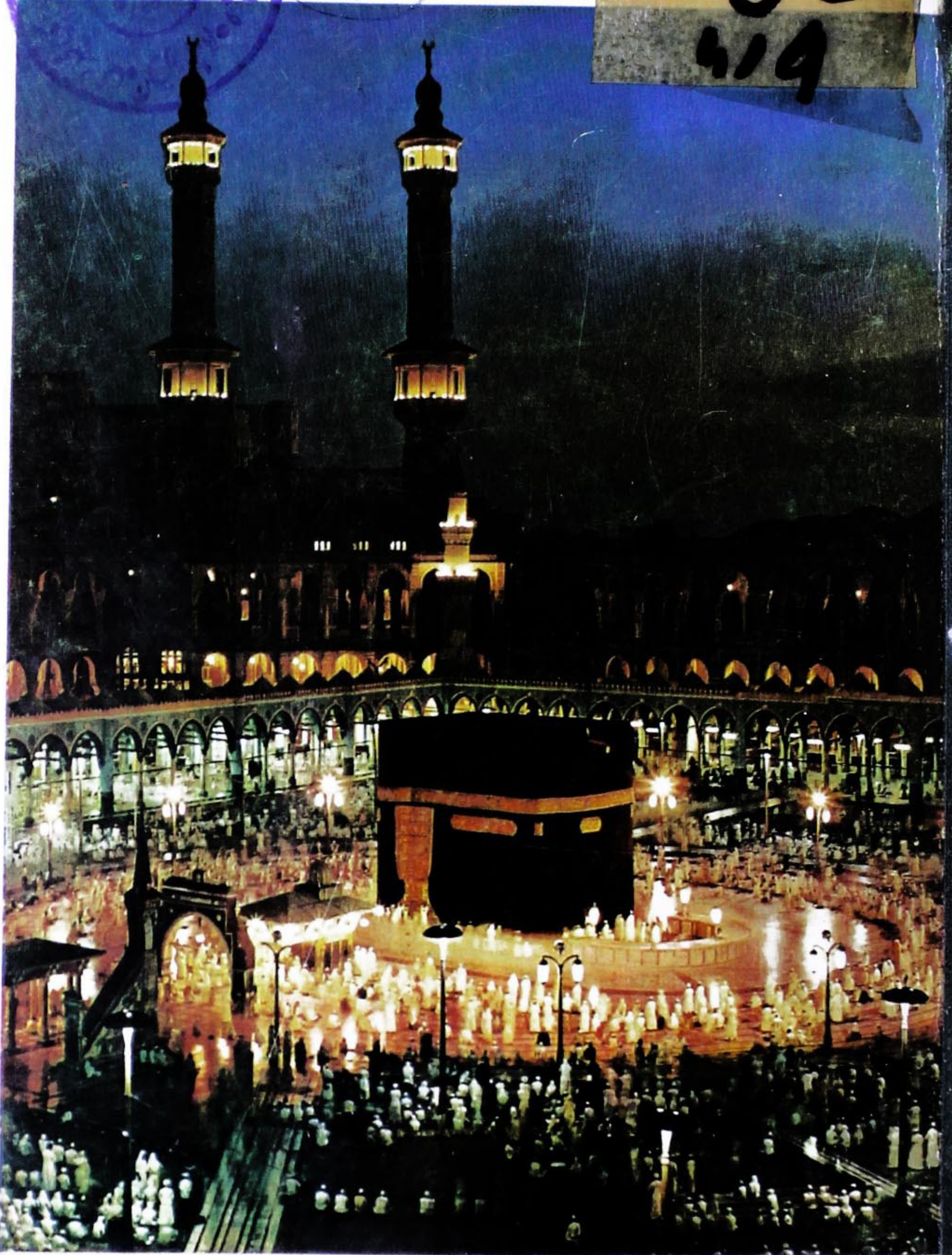
مقامات نور



69/11

ت م

۹۱۹



تقسیم فی سبیل اللہ

شائع کردہ: شعبہ نشر و اشاعت انجمن خدام الفقراء سٹیٹ ٹاؤن راولپنڈی پاکستان

691/1



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

غُدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
(مولانا ظفر علی خاں)



شیخ جیلانی الاوسی شملہ والے

مرکزی انجمن خدام الفقراء راولپنڈی پاکستان

534¹⁰

جملہ حقوق بحق ادارہ ہذا محفوظ ہیں

کتاب	—	مقاماتِ نور
مصنف	—	شیخ غلام جیلانی الاولیٰ شملہ والے قدس سرۃ العزیز۔
نگرانِ اعلیٰ	—	صوفی غنی سکندر شیخ، بانی و سرپرست اعلیٰ مرکزی انجمن خدام الفقراء
نظر ثانی	—	آستانہ فقر، بلاک ای/۱۰۹ بی ۳ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی پاکستان فون ۴۱۰۰۷۵
تعداد	—	محمد راقب ہاشمی اسلام آباد (پاکستان)
تقسیم	—	تین ہزار چوتھا ایڈیشن جنوری ۱۹۹۳ء
	—	فی سبیل اللہ

کتاب حاصل کرنے کے پتہ جات
 ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کی جاسکتی ہے۔

صوفی بزرگ مرکزی انجمن خدام الفقراء، آستانہ فقر
 ای بلاک ۱۰۹/بی ۳ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی پاکستان
 فون: ۴۱۴۳۱۷ ۴۱۰۰۷۵

الحاج گلزار احمد، سیکرٹری نشر و اشاعت انجمن خدام الفقراء
 گلزار اسٹیٹ ایجنسی، ۱۴ بہاول پور روڈ لاہور، فون ۴۸۶۵۳۵
 ۴۸۸۴۲۲

راغب پرنٹنگ اینڈ پبلیشنگ کمپنی، گابا چیمبر ۱۹/۸-ایبٹ روڈ لاہور
 فون: ۳۰۵۲۱۸

فہرستِ مضامین

صفحہ		
۹	مقامِ توجید	۱
۱۷	مقامِ رسالت	۲
۲۳	مقامِ آخرت	۳
۳۱	مقامِ اخلاق	۴
۳۹	مقامِ آدم	۵
۴۵	مقامِ روح	۶
۵۳	مقامِ فکر	۷
۶۱	مقامِ فقر	۸
۶۵	مقامِ تصوف	۹
۷۳	مقامِ عشق	۱۰
۸۱	مقامِ رہبرِ عظیم	۱۱
۸۷	مقامِ اطاعت	۱۲
۹۳	مقامِ دعا	۱۳

نوٹ :- کتاب مقاماتِ نور میں جب حضور پاک سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک اور صلعم آئے تو قارئین سے التماس ہے کہ وہ خود صلی اللہ علیہ وسلم پر پھلیں شکر یہ (ادارہ)



انساب

حقیقت کی تلاش کرنے والے انسانوں کے نام....



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَّمَ، عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

تعارف

دُنیا کی بیشتر آبادی اس وقت سب سے زیادہ امن و سلامتی کی تلاش میں سرگرداں ہے لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ عدل و انصاف، اخوت و مساوات کی غیر موجودگی اس کو سخت بے چین کئے ہوئے ہے۔ مادہ پرستانہ نظریات اس کے پاؤں کی زنجیر بن چکے ہیں۔ استحصالی نظام نے سیاسی، سماجی اور معاشی طور پر اسے طوق غلامی پہنارکھا ہے۔ ذرائع ابلانغ کے غلط استعمال نے اس کی سوچ کو مفلوج کر دیا ہے۔ انسان انسان کا خون چوس رہا ہے اور انسانیت دم توڑ رہی ہے۔ اب ایسے حالات میں امن و سلامتی کی بحالی، عدل و انصاف کے قیام اور اخوت و مساوات کے فروغ کے متعلق بات کرنا، بظاہر بڑا ہی مشکل کام ہے لیکن ناممکن نہیں۔

تاریخ انسانی میں انقلاب آتے رہتے ہیں اور آتے رہیں گے۔ تخریب کاری بھی ہوتی اور تعمیر سازی بھی۔ باہمت لوگوں نے ہمیشہ اور ہر زمانے میں "بازمانہ ستیز" کا مظاہرہ کیا ہے اور انہوں نے دریاؤں کے رُخ بدل ڈالے۔ اس لیے یہ ممکن ہے کہ آپ بھی اپنے یقین محکم اور عمل پیہم کے شعلوں سے موجودہ دور کے طاغوتی نظریات کے خس و خاشاک کو بھسم کر ڈالیں اور دُنیا پھر سے اپنی آنکھوں سے امن و سلامتی کا سورج طلوع ہوتے ہوئے دیکھے۔

دیکھنے والوں نے ظلم و ستم اور گمراہیوں کے تاریک دور میں بھی قرآنی روشنی

میں اُمید کی کرن دیکھی اور کارواں آدم کو اصل منزل کی طرف لے جانے میں کامیاب ہوئے۔ انجمن خدام الفقراء راولپنڈی کی کوشش بھی یہی ہے کہ عوام الناس کو پابوسیوں، محرومیوں اور انسان کش شکنجوں سے نجات دلانے اور اس طرح لوگ کھلی اور خوشگوار فضا میں اپنے کردار کی تعمیر اور ذات کی تکمیل کا کام احسن طریق سے کر سکیں انجمن ہذا اس مقصد کے حصول کے لیے کئی سالوں سے متواتر سرگرم عمل ہے عوام و خواص کی ذہنی تربیت اور فکری تعمیر کے کاموں میں ممکنہ حد تک تن من دھن سے مصروف ہے تاکہ مسلمانوں کو بالخصوص اور بنی نوع انسان کو بالعموم امن و سلامتی کی راہوں سے روشناس کرائے۔

اس کتاب میں چند مضامین پیش خدمت ہیں جو کہ مرحوم جیلانی الاولیٰ صاحب نے گاہے گاہے تحریر کئے تھے اور اس سے پیشتر الگ الگ شائع بھی کئے جا چکے ہیں۔ ان کی افادیت کے پیش نظر یہاں پر ان کو یکجا کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین ان سے بخوبی استفادہ کر سکیں۔ آپ کی اطلاع کے لیے جناب شیخ جیلانی الاولیٰ شملہ والے صاحب کا تعلق متوسط دینی گھرانے سے ہے معمولی تجارت کرتے تھے اور بنیادی طور پر ایک سماجی کارکن کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ علمی ادبی اور دینی مجالس میں شرکت کے شوق نے ان کے اندر اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی محبت پیدا کر دی تھی۔ حضرت اولیٰ قرنیؓ سے انہیں دلی وابستگی کا شرف حاصل ہے۔ معروف و مستند اولیاء کرام و صوفیاء عظام سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا محمد علی جوہر کی ”مومنانہ فراست“ حضرت قائد اعظمؒ کی ”پاکیزہ ستیا“ اور حضرت علامہ اقبال کی ”فکری قیادت“ نے ان کی زندگی کو بے حد متاثر کیا۔ آپ نے بیرونی ممالک انگلینڈ، فرانس، جرمنی، بلجیم، تھائی لینڈ اور سعودی عربیہ کا مطالعاتی دورہ بھی کیا تھا۔ وہ اپنی علمی کم مائیگی کے احساس کے باوجود اشاعتِ دین اسلام کے سلسلہ میں حتی المقدور ہمارے ساتھ قلمی معاونت کرتے رہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین)

آپ کا ارشاد ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کے فرمان کے مطابق لوگوں کو علامہ
 نہا مہ بننے تک کا اہم نظر نہیں کرنا چاہیے بلکہ جس قدر علم حاصل کیا جا چکا ہو۔ اسے
 دوسروں تک پہنچانا چاہیے۔ اس خیال کو مزید تقویت قولِ رسولِ مقبول صلعم سے
 ملتی ہے یعنی ”بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَاتِهِ“ (ترجمہ) پہنچاؤ میری طرف سے
 جیسا کہ وہ آیت ہے اور قرآن حکیم کے صریح حکم کی روشنی میں تو ہر مسلمان کا فرض
 ہے کہ وہ آیت کے اس حصہ کو حرز جاں بنائے۔ ”وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۗ وَتَوَاصَوْا
 بِالصَّبْرِ (سُورَةُ الْعَصْرِ)۔ (ترجمہ) مومنوں کی شان یہ ہے کہ (ایک دوسرے
 کو) حقی کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہیں۔

ہم نہایت ہی جگر سوزی اور دلسوزی سے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ گوشہ
 کسنا می میں پڑے ہوئے غازیوں اور نمازیوں کو منظر عام پر لائے تاکہ گمراہی کی تارکیوں
 سے بھٹکی ہوئی دنیا کو پھر سے امن و سلامتی کی روشن و درخشاں راہوں سے متعارف
 کرایا جاسکے۔ آمین ثم آمین

اعلیٰ حضرت شیخ غلام جیلانی الالوسی شملہ والے مورخہ، جولائی ۱۹۸۷ء کو برصائے الہی وفات
 پائی۔ قارئین حضرات سے التماس ہے کہ ان کے لیے دعا مغفرت فرمائیں۔ شکریہ۔

نیاز آگیں
 صوفی سکندر شیخ

وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد

مُحِبَّت میں بچتا، حمیت میں فرد

عجم کے خیالات میں کھو گیا

یہ سائل مقامات میں کھو گیا

بجھی عشق کی آگ اندھیرے

مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیرے

علامہ اقبالؒ

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
 آسان نہیں مٹانا نام و نشان ہمارا

علامہ اقبال



وَالْحُكْمُ لِلَّهِ وَاللَّيْلُ لِلنَّجْمِ
 اور (لوگو) تمہارا معبود خدائے واحد ہے اس بڑے مہربان اور رحم والے سوا کوئی عبادت لائق نہیں
 دعوہ (التبصرہ ۱۳)

مقالتوحید

نظریہ توحید

اسلام نے نظریہ توحید پیش کر کے انسانیت کی ایک عظیم خدمت سرانجام دی ہے
 خدا کی وحدانیت کے تصور نے انسان کو ذہنی اور جسمانی آزادی کی انمول نعمت عطا کی
 قرآنی تعلیمات کا محور توحید خالص ہے۔ قرآن نے مزید یاد دلایا کہ توحید جمیع انبیاء کا
 مسلک رہا ہے۔

جب مسلمان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے اقرار
 کرتا ہے کہ عبادت کے لائق صرف اللہ وحدہ لا شریک ہی ہے۔ یہ نقطہ خیال میں رہے کہ
 عبادت صرف اسی چیز کی جاتی ہے جو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ لفظ عبادت محبت کا
 احترام کا اور احساس تقدس کا آخری درجہ ہے۔ ارشاد ربّانی ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا
 أَشَدَّ حُبًّا لِلَّهِ جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں۔
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا لفظی ترجمہ تو یہ ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں لیکن یہ
 ایک حلف نامہ ہے اور یہ اس عہد کی تجدید ہے جو انسانوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ
 سے کیا ہوا ہے اور جس کو انہوں نے اپنی پیدائش کے وقت تصدیق کیا جب ان سے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے پوچھا أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو انسانوں نے جواب دیا بَلَى شَهِدْنَا ہاں ہم گواہی دیتے ہیں۔
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ صرف عقیدہ ہی نہیں بلکہ مصمم ارادہ کرنے کا اظہار ہے۔
 ارادہ عمل کا اہم ترین اور مشکل ترین حصہ ہے۔ اس ارادہ و عمل کی عملی تفسیر سورۃ فاتحہ کی سات
 آیتوں میں مضموم ہے۔ خدا کی حمد یعنی ثنا و شکر کے بعد اس کی ربوبیت، رحمت اور عدالت
 کا اقرار ہے اور جب صاف الفاظ میں یہ زور دے کر کہا جاتا ہے ”کہ ہم صرف تیری ہی
 عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں“۔ یہ اسلوب بیان توحید کے تمام
 مقاصد پورے کر دیتا ہے اور مشرک کی تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں۔

قدیم تصور توحید

نظریہ توحید کو جب ہم تاریخ کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو انسانی دماغ کا سب سے
 پرانا تصور جو قدامت کی تاریخ میں چمکتا ہے وہ توحید کا تصور ہے۔ یعنی ایک ان دیکھی
 اعلیٰ ہستی کا تصور، قدیم آبادیوں کی جدید تحقیقات اس امر کی شہادت دیتی ہیں۔ کہ
 پہلا فطری دور توحیدی دور تھا۔ انحراف و اشتراک کی راہیں بعد میں کھلیں۔ مادی نظریات
 کی بنیاد پر جن غیر توحیدی عقائد نے جنم لیا۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ (۱) جنی رُوں
 کی پرستش (۲) اجداد پرستی (۳) جادو اور آسبسی نظریے (۴) مظاہر فطرت کی
 پرستش، پہلی عالمگیر جنگ کے بعد بے شمار انقلاب انگیز انکشافوں نے ان تمام نظریوں
 کی عمارتوں کو نہ صرف مزل کیا بلکہ یک قلم منہدم کر دیا اب تمام اہل نظر بالا اتفاق دیکھنے
 لگے ہیں کہ اس راہ میں جتنے قدم اٹھائے گئے ان کی بنیاد غلط تھی۔ اس امر کی تائید و تصدیق
 کے لیے مسٹر ڈبلیو سٹٹ، پروفیسر وائٹلیو نیورسٹی، کی کتاب ”دی اور یجن اینڈ گرو تھ
 آف ریلیجن ملاحظہ فرمائیں۔“

اسلام نے جس وقت نظریہ توحید پیش کیا تو اس وقت پانچ دینی تصور فکر انسانی پر
 چھائے ہوئے تھے۔

(۱) چینی تصور : شمینی یا شامانی یعنی بدھمت، بزرگوں کی رُوں کا تصور۔

- (۲) ہندوستانی تصوّر : ہندوستان اور یونان نے خدائی بالادستی کے ساتھ دیوتاؤں کو کارخانہ عالم کے تصرفات میں شریک کر لیا۔
- (۳) مجوسی تصوّر : آتش پرست، خیر اور شر، دو قوتوں میں تقسیم کر دیا۔
- (۴) یہودی تصوّر : خدا کا انسان سے رشتہ ایسا ہے جیسے ایک شوہر کا اپنی بیوی سے۔ شوہر غیور ہے اُس نے خاندان اسرائیل کو اپنی چہیتی بیوی بنایا۔
- (۵) مسیحی تصوّر : مسیحی تصوّر رحم و محبت کی پدری تمثیل کے ساتھ، اقا نیم ثلثانہ، کفارہ اور تجسم کا ایک مخلوط اثر کی توحیدی تصوّر تھا۔

قرآنی تصوّر توحید

ان تصوّرات کے بعد جب ہم قرآن کی طرف رُخ کرتے ہیں تو فکر و تصوّر کی ایک نئی دُنیا سامنے آتی ہے یہاں تمثیل و تشبیہ کے تمام پردے اُٹھ جاتے ہیں۔ لیس کہ مثلاً شئی "اس کی مثل کوئی شے نہیں۔ کسی چیز کو بھی اس کے مقابلے میں بطور مثال پیش نہیں کیا جاسکتا۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ" انسان کی نگاہیں اسے نہیں پاسکتیں لیکن وہ انسان کی نگاہوں کو دیکھ رہا ہے۔ وہ بڑا ہی باریک بین اور ہر چیز کے ظاہر و باطن سے باخبر ہے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، خدا اپنی ذات میں یگانہ ہے تو ضروری ہے کہ وہ اپنی صفات میں بھی یگانہ ہو۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں فَلَا نُصَرِّفُ لَوْلَا اللَّهُ الْأَمْثَالُ تم اس کے لیے اپنے تخیل سے مثالیں نہ گھڑو۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دُنیا میں جتنے بھی فاسد عقائد پیدا ہوئے ہیں ان سب کی جڑ اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی نہ کوئی غلط تصوّر ہے۔ لہذا اس کو کسی ایسے نام سے یاد نہ کیا جائے جو اپنے اندر کسی قسم کے نقص، عیب، کمزوری یا مخلوقات سے تشبیہ کا کوئی پہلو رکھتا ہو۔ عقیدے کی تصحیح کے لیے سب سے مقدم یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہ، کو صرف ان کے اسمائے حسنیٰ ہی سے یاد کیا جائے جن کا ذکر قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔

تعلیمِ نظریہ توحید

رضائے الہی یہ تھی کہ نظریہ توحید بہ ادنیٰ تا مل بہر انسان کی سمجھ میں آجائے اس لیے خالق کائنات نے تخلیق کائنات پر غور کرنے کی دعوت دی اور خاص طور پر جن چیزوں کو وہ اپنے گرد و پیش میں دیکھتے تھے اور ہر وقت اُن سے انہیں سابقہ پڑتا تھا۔ اس طرف توجہ دلائی فرمان الہی ہے اَفَلَا يَنْظُرُونَ اِلَى الْاِبْلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ہ یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کئے گئے ہیں (الغاشیہ، ۱) عرب کے صحرا میں جن اونٹوں پر اُن کی ساری زندگی کا انحصار ہے کبھی یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ یہ کیسے ٹھیک انہی خصوصیات کے حامل بن گئے جیسی کہ خصوصیات کے جانور کی ضرورت اُن کی صحرائی زندگی کے لیے تھی۔ اپنے سفروں کے دوران انہوں نے آسمان، پہاڑ، زمین کی ساخت پر غور نہیں کیا۔ اگر یہ مانتے ہیں کہ ایک خالق نے بڑی حکمت اور بڑی قدرت کے ساتھ ان چیزوں کو بنایا ہے اور کوئی دوسرا اُن کی تخلیق میں شریک نہیں ہے تو اسی کو اکیلا رب ماننے سے انہیں کیوں انکار ہے پھر نظام ربوبیت کو پیش کر کے توحید الہی کی طرف توجہ دلائی ارشادِ باری ہے۔

ترجمہ : لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو، جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم اُس کے عذاب سے بچو، جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے مینہ برسا کر تمہارے کھانے کے لیے انواع و اقسام کے میوے پیدا کئے پس کسی کو خدا کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔ (البقرہ آیت ۲۲/۲۱) اب یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ جو رب العالمین تمام کائنات کی پرورش کر رہا ہے اور جس کی ربوبیت کا اعتراف تمہارے دل کے ایک ایک ریشے میں موجود ہے اس کے سوا کون اس کا مستحق ہو سکتا ہے کہ بندگی و نیاز کا سراپا اس کے آگے جھکایا جائے۔

شُرک اور توحید

توحید کا پہلا قدم ہی شرک کی مکمل نفی کرنا ہے لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ دین اسلام اور اُس کے بنیادی تصورات سے لاعلمی یا کم علمی کی بنا پر شرک جیسے گناہِ عظیم

کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اسے یا تو مذہبی رواداری کا نام دیتے ہیں یا پھر بزرگوں کی تعظیم سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ رسول اکرمؐ کے زمانہ میں بھی جب دعوتِ اسلام کے خلاف قریش کے مشرک معاشرہ میں مخالفت زوروں پر تھی تو چند روسائے قریش نے کہا "او محمدؐ ہم آپ سے صلح کر لیں کہ ایک سال تک آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کیا کریں پھر دوسرے سال ہم آپ کے معبود کو پوجیں گے اس طرح دونوں فریق کو ہر ایک کے دین سے کچھ نہ کچھ حصہ مل جائے گا آپ نے فرمایا! خدا کی پناہ کہ میں اس کے ساتھ ایک لمحہ کے لیے بھی کسی کو شریک ٹھہراؤں۔ کہنے لگے اچھا تم ہمارے بعض معبودوں کو مان لو۔ ان کی مذمت نہ کرو۔ ہم تمہاری تصدیق کریں گے اور تمہارے معبود کو پوجیں گے اس وقت سورۃ الکافرون نازل ہوئی اور آپ نے ان کے مجمع میں پڑھ کر سنائی جس کا خلاصہ مشرکوں کے معبودوں سے قطعی برأت، بیزاری اور لا تعلق کا اعلان تھا۔ یہاں پر یہ چیز بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ شرک کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ یا تو خدا کو خدا کے درجہ سے اتنا نیچے لے جایا جائے کہ اسے مخلوق کے برابر کر دیا جائے یا مخلوق میں سے کسی کو اتنا اٹھایا جائے کہ خدا کے برابر بٹھا دیا جائے۔ لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ خود بھی ہر قسم کے مشرکانہ خیالات سے گریز کرے اور دوسرے لوگوں کو بھی ایسے خیالات سے محفوظ رہنے کی تلقین کرے۔

حضرت ابراہیمؑ اور توحید

اگرچہ جناب رسول پاک صلعم نے نظریہ توحید کو اس کی کامل و اکمل شکل میں پیش کیا تھا تاہم اس نظریہ کے اصل خدو خال کو نمایاں کرنے میں حضرت ابراہیمؑ نے بہت ہی اہم رول ادا کیا انہوں نے نہ صرف بادشاہ وقت اور مشرکین سے بحث مباحثہ کیا بلکہ ٹھوس دلائل دے کر ان کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل کیا اس سلسلہ میں انہیں بے شمار آزمائشوں اور لاتعداد ابتلاؤں کا سامنا کرنا پڑا اور بالآخر مشرکین کے باطل نظریات سے مکمل طور پر بیزاری کا اظہار کیا جس کا ذکر تفصیل قرآن حکیم میں موجود ہے اور خدائے بزرگ و برتر نے اس بات کی خود تصدیق فرمائی کہ ابراہیمؑ مشرک کر نیوالوں میں سے نہیں، فرمان الہی ہے:

قَدْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (آل عمران ۹۵)

ترجمہ : کہہ دو کہ خدا نے سچ فرما دیا پس دینِ ابراہیم کی پیروی کرو جو سب
بے تعلق ہو کر ایک کے ہو رہے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے

خلاصہ گفتگو

اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور اپنی صفات میں یگانہ و یکتا ہے وہ بے مثل ہے اس
میں کوئی خامی نہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ سب اُس کے محتاج ہیں، نہ وہ کسی کی اولاد
ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے، وہ زندہ و جاوید ہستی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ
رہے گی وہ بلا شریک و غیرے خالق کائنات ہے، رب العالمین حکم الحاکمین ہے اور
مالکِ یوم الدین ہے۔ وہ سب کی دُعاؤں کو سنتا ہے جس کی دُعا کو چاہے قبول کرے
جس کی دُعا کو چاہے رد کر دے جس کو چاہے عزت دے جس کو چاہے ذلت دے
وہ مختار مطلق ہے اس کے اختیار و حکمرانی میں کوئی شریک نہیں وہ وحدہ لا شریک
ہے خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریک ایک ناقابلِ معافی جرم ہے اس کی شان
کبریائی اور آن بیکتائی کے خلاف بغاوت ہے اس لئے خداوند بزرگ و برتر نے تمام
انسانوں کو واشکاف الفاظ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یوں متنبہ کر دیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ
ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ (النساء آیت ۱۱۶)

ترجمہ :- خدا اس گناہ کو نہیں بخشتے گا، کہ کسی کو اُس کا شریک بنایا جائے اور
گناہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے خدا کے ساتھ شریک بنایا وہ اہل

راستہ سے دُور ہو گیا۔

بارگاہِ ربِّ العزّت میں عاجزانہ دُعا ہے کہ وہ ہمیں نظریہ توحید پر مکمل صحت کے ساتھ عمل پیرا ہونے اور اس پر مستقل طور پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



سمجھ میں نہ نقطہ توحید آلوں سکتا ہے
تیرے دماغ میں بُتخانہ ہو تو کیا کہیے

(علامہ اقبالؒ)

بَلَغَ الْعُلَى بِكَمَالِهِ

آپ نے اپنے کمالات کی بلندیوں پر پہنچے

كَشَفَ الدُّجَى بِجَمَالِهِ

آپ نے اپنے جمال سے تاریکیوں کو منور کر دیا

حَسُنَتْ جَمِيعُ خِصَالِهِ

آپ کے سارے طور طریقے دلکش تھے

صَلُّوا عَلَيْهِ وَآلِهِ

درو و سلام ہو آپ پر آپ کی آل پر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَقَلِبْنَا أَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ : اور (اے محمدؐ) ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور
ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ،

مقام رسالت اور عالمگیر قیادت

آغازِ کلام

صاحبِ جمال ربّ ذوالجلال نے اس کا رگاہِ حیات میں انسان کو اشرف المخلوقات
بنایا اس عالم اسباب میں اس کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اُن گنت نعمتوں
سے نوازا، اس حیاتِ فانی اور موت کے بعد حیاتِ جاودانی میں کامیابی حاصل کرنے
کے لیے زندگی کے ہر شعبہ میں راہنمائی عطا فرمائی چند چیزیں تو الہامی طور پر انسانی فطرت
میں ودیعت شدہ ہیں باقی اہم امور یعنی اطاعتِ احکامِ الہی اور اشاعتِ احکامِ الہی
مقصدِ حیات اور مقصدِ کائنات کی وضاحت اور انہیں عملی شکل میں انسانوں کے سامنے
پیش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش ہی سے ہر زمانے میں مختلف قوموں
اور مخصوص جغرافیائی حدود کے اندر اپنے برگزیدہ بندوں کو خاص احکامات دے کر بھیجا
جنہیں نبی اور رسول کے نام سے موسوم کیا گیا۔ چونکہ شروع شروع میں انسان شعوری

طور پر اپنے عہدِ طورِ نبوت میں تھا۔ بتدریج اس کے علم و عرفان میں اضافہ ہوتا رہا اور اُس کی فکر و نظر میں بھی آتی گئی اس طرح جو سلسلہ نبوت و رسالت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ حضرت سرکارِ دو عالم سرورِ کونین جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم ہو گیا۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ رسول اکرم صلعم کے زمانے میں دینِ اسلام کی تکمیل ہو چکی تھی قرآن مجید بھی مکمل طور پر نازل ہو چکا تھا۔ جزیرہ نمائے عرب میں بالفعل اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی، نبی آخر الزماں نے اپنے اسوۂ حسنہ کی بہترین اور لازوال مثال پیش کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ احکام الہیہ پر کیونکر کامیابی کے ساتھ عمل درآمد کیا جاسکتا ہے سب سے بڑی بات یہ کہ قرآن پاک کی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھا ہے۔ اندریں حالات حکمتِ خداوندی کا تقاضہ یہ تھا کہ قرآن پاک کو انسانوں کے لیے آخری ہدایت اور مکمل ضابطہٴ حیات کا درجہ عطاء کیا جائے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو آخری نبی اور رسول قرار دے دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہوا اور بالآخر منشا نے الہی پوری ہوئی یہاں پر یہ چیز ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اب کار رسالت کی انجام دہی کی ذمہ داری امتِ مسلمہ پر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

” وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ“

ترجمہ : اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔

قرآن و سنت کی روشنی میں وہ ذمہ داری جو بحیثیتِ امتِ محمدیٰ ہم پر عائد ہوتی ہے اس سے بخوبی عہدہ برآ ہونے کے لیے قرآنی منہاج اور طریقہ سنت کو اپنانا ہمارے لیے لازمی ہے۔ حدیث مبارکہ ہے میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم ان پر سختی سے پابند رہے تو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اور یہ دو چیزیں ہیں اللہ کی کتاب اور میرا طریقہ (یعنی میری سنت)

رشتہ اخوت

اب تک کے مطالعہ سے جو چیز ابھر کر سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں چاہیے کہ ہم سب مسلمان جب ایک خُدا، ایک رُسُول، ایک کتاب، ایک قبلہ کو مانتے ہیں تو ایک ہی رشتہ اخوت میں منسلک ہو جائیں اور دُنیا کے کونے کونے میں پیغام امن و سلامتی کو عام کر دیں یہاں یہ چیز بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ سیرت النبی ص کا اصل ماخذ بھی قرآن حکیم ہے جس میں اُن کی بعثت اور زندگی کے مقاصد اور ان کے اخلاق حمیدہ کے متعلق روشنی ڈالی گئی ہے چند آیات ربانی کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

- ۱۔ اور تمہارے اخلاق بڑے (عالی) ہیں (الْقَلَمُ آیت ۴)
- ۲۔ وہی تو ہے جس نے اُن پڑھوں میں انہی میں سے (مُحَمَّدٌ كُو) پیغمبر بنا کر بھیجا جو اُن کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھتے اور اُن کو پاک کرتے اور (خُدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے (الْجُمُعَةُ آیت ۱)
- ۳۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کی کتاب اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اُس کو تمام دنیوں پر غالب کرے اور حق ظاہر کرنے کے لیے خُدا ہی کافی ہے۔ (الْفَتْحُ آیت ۲۸)

منفرد شخصیت

انسانی تاریخ میں جناب سرور کائنات مُحَمَّد رُسُول اللہ صلعم کی واحد اور منفرد شخصیت ہے جن کے حالات زندگی خواہ ان کا تعلق جلوت سے ہو یا خلوت سے، اجتماعی زندگی سے ہو یا انفرادی سے، خانگی معاملات سے ہو یا مجلسی امور سے ان کے ہر قول اور ہر فعل کو محفوظ کر لیا گیا ہے اور رہتی دُنیا تک اُن کے اسوہ حسنہ سے بنی نوع انسان راہنمائی حاصل کرتی رہے گی اُن کے دلولہ انگیز اور عالمگیر پیغام کی صداقت اور آپ کی انتہائی کامیابی کے پیش نظر آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے دُنیا کے گوشے گوشے میں بے شمار زبانوں میں لاتعداد کتابیں

شائع ہو چکی ہیں۔ بحیثیت ایک بشر کے یہ اعزاز کسی اور فردِ واحد کو حاصل نہ ہو سکا اور نہ ہی آئندہ ایسا ہونے کی اُمید کی جاسکتی ہے اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سپیکر اخلاق اور محسنِ انسانیت نے عالمِ انسانی میں ایک عالمگیر اور عظیم انقلاب برپا کیا۔ بنی نوعِ انسان کو نئی قدروں اور نئی اُمنگوں سے آشنا کیا، توحید رسالت اور آخرت پر ایمان لانے کا پیغام سنایا۔ اس حیاتِ آفرین اور انقلابی نظریہ سے اُن کے قلب و ذہن کو بدل ڈالا۔ انسانیت کو درسِ زندگی دیا، جینے کے قرینے سکھائے، عدل و انصاف، اخوت و مساوات کے سنہری گر عطا کئے معاشرت اور ستیا کے جو اصول و قوانین پیش کئے دنیا آج تک اُن کی خوشہ چینی کر رہی ہے اور ہمیشہ کرتی رہے گی یہ اس لیے کہ انہوں نے اپنے منصبِ نبوت اور کار رسالت کو نہایت ہی احسن طریق سے سرانجام دیا۔

مغربی مفکرین کی رائے

یہاں پر مغربی مفکرین کی آراء کا ذکر اس لیے ضروری ہے کہ زمانہ جوں جوں گزرتا جا رہا ہے انسان شعوری طور پر ارتقائی منازل طے کر رہا ہے۔ اب غیر مسلم مغربی مفکرین سائنسی نقطہ نگاہ کے اعتبار سے اور موجودہ دور کے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں ان صداقتوں اور حقیقتوں کو سمجھنے اور اُن کی تائید و تصدیق کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے جن کا انکشاف شہ لولاک اور صاحبِ معراج نے آج سے چودہ سال پہلے کیا تھا۔ جارج برنارڈ شاہ لکھتے ہیں۔

” ازمنہ وسطے میں عیسائی راہبوں نے جہالت اور تعصب کی وجہ سے مذہبِ اسلام کی بڑی بھیانک تصویر پیش کی۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ انہوں نے حضرت محمدؐ اور آپ کے مذہب کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی۔ انہوں نے حضرت محمدؐ کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا۔ میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ کیا ہے اور مشاہدہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محمدؐ ایک عظیم ہستی ہی نہ تھے بلکہ صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔“

اس طرح ایک دوسرے مفکر جن کا نام مسٹر ہارٹ ہے اس مصنف نے ایک مشاہیر عالم ایسے چُنے ہیں جنہوں نے انسانی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر ڈالا جن میں سرفہرست محمدؐ کے نام کو لایا گیا ہے اور ان کے متعلق اس رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔

”محمد رسول اللہ صلعم پوری تاریخ انسانی میں واحد شخصیت ہیں جو دینی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں انتہائی کامیاب ہیں“

مقصدِ کلام

مندرجہ بالا چند حقائق کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا چندان مشکل نہیں کہ ہادیؐ برحق جناب رسولؐ ختمی مرتبت نے عالمگیر انسانی برادری کے لیے ہر گوشہ زندگی میں جو بے مثال قیادت کا عملی نمونہ پیش کیا ہے وہ تاریخ انسانی میں لافانی و لاثانی روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتا ہے جس سے ہر آنے والے دور میں دُنیا بھر کے انسان باہمہری حاصل کرتے رہیں گے کسی بھی عظیم انقلابی نظریے کی کامیابی اور اس کے بلند مقاصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ اس تحریک کا قائد بھی عظیم الشان شخصیت اور بلند ترین کردار کا مالک ہو، صداقت، عدالت اور شجاعت کا مجسمہ ہو، اپنے نصب العین میں غیر متزلزل یقین رکھتا ہو، اعلیٰ تنظیمی صلاحیتوں کا مالک ہو اپنے رفقاء کار کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آئے اور ملکی انتظامی امور میں ان سے مشورہ کرے اس قسم کے تمام اوصاف حمیدہ اور اخلاق ستودہ جناب محمد رسول اللہؐ کی ذات بابرکات میں بدرجہ اتم موجود تھے اس کی سند خود قرآن پاک سے ملتی ہے۔ فرمانِ الہی ہے۔

اے محمدؐ خدا کی مہربانی سے تمہاری افتاد مزاج ان لوگوں کے لیے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر تم بد خو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے، تو ان کو معاف کر دو اور ان کے لیے خدا سے مغفرت مانگو اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرو اور جب کسی کام کا مصمم ارادہ کر لو تو خدا پر بھروسہ رکھو، بے شک خدا بھروسہ رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (آل عمران آیت ۵۹)

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

” لوگو تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔ (التوبہ آیت ۱۲۸)

غور طلب بات یہ ہے کہ یہاں پر نہ تو فلسفیانہ انداز گفتگو اختیار کیا گیا ہے اور نہ ہی خطیبانہ اندازِ بیان، چند سیدھے سادھے الفاظ میں ان نمایاں اساسی اصولوں اور چند بنیادی اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے جن پر عمل پیرا ہونا ہر اس شخص کیلئے ضروری ہے جس کو ملک اور قوم کے لیڈر ہونے کا دعویٰ ہو، جو خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار ہو جسے اسلام کی سر بلندی عزیز ہو، جو دینِ حق کے غلبہ کا خواہشمند ہو، اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی اذالوں میں رُوحِ بلالی ہو نمازوں میں شوق و سرور ہو ہماری امامت با حضور ہو، ہماری قیادت بقصود ہو تو بلاشبہ ہمیں قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا ہوگا اور اسوۂ حسنہ رسولؐ کو اپنانا ہوگا۔

حاصل کلام

جناب رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی ولادت باسعادت ربیع الاول کے مہینہ ہوئی اس لیے خاص طور پر مسلمان اس مہینہ میں سیرت کی مجالس کا اہتمام کرتے ہیں بعض لوگ دُود و سلام اور نعت خوانی کر کے نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں، اخبارات، ریڈیو ٹیلی ویژن سے وسیع پیمانہ پر سیرت نبویؐ کے سلسلہ میں بہترین مضامین کی اشاعت معلوماً افزاء اور ایمان افروز تقاریر کا بندوبست کیا جاتا ہے ان سب کا اصل مقصد اسوۂ حسنہ رسولؐ کی اہمیت کو واضح کرنا اور قلب و ذہن میں اس کی یاد کو تازہ رکھنا مقصود ہے تاکہ لوگ احکامِ الہیہ کی پیروی اور اطاعتِ رسولؐ کے لیے پوری آمادگی اور خوش دلی کے ساتھ اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو یقین جانیے کہ ہمارے نذرانہ ہائے عقیدت بار آور ثابت ہو سکتے ہیں۔

53410

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا نُزِّلَ إِلَيْكَ وَمَا أَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ
وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ (البقرہ آیت ۴)

ترجمہ: اور جو کتاب اے محمدؐ تم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تم سے پہلے پیغمبروں پر
نازل ہوئیں وہ لوگ سب پر ایمان لاتے اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔

مقامِ آخرت

یومِ آخرت کی اہمیت

قرآن حکیم کے بغور مطالعہ کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ ایمان کی اصل
بنیاد تین چیزوں پر ہے پہلی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کو وحدہ لا شریک
تسلیم کیا جائے۔ دوسری محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ تیسری یومِ آخرت
برحق ہے اور اس نظر پر غیر متزلزل یقین رکھا جائے۔ اسلامی تاریخ اس بات کی شاہد
ہے کہ مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی سورتوں میں زیادہ تر زور آخرت کا عقیدہ دلوں میں بٹھانے
پر صرف کیا گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام لوگوں کو جس راہ پر لانا چاہتا تھا۔ اس کے لیے
یہ قطعی ناگزیر تھا کہ آخرت پر یقین ہو کیونکہ اس کے بغیر حق و باطل کے معاملہ میں انکا طرز
فکر سنجیدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ خیر و شر کے معاملہ میں ان کا معیار اقدار بدلنا محال ہوتا۔ مادہ
پرستی اور نفس پرستی کی راہ کو چھوڑ کر انہیں صراطِ مستقیم پر چلانا ناممکن ہو جاتا۔

تصویر یوم آخرت

یوم آخرت کا نظریہ ایک انقلابی نظریہ ہے جس کو صرف اسلام نے دُنیا میں مکمل ضابطہ حیات کے اہم ترین جزو ہونے کے حوالے سے پیش کیا۔ اس قسم کے تصور کا نہ تو کسی اور مذہبی، روحانی، اخلاقی یا سماجی ضابطوں میں ذکر ملتا ہے اور نہ ہی کسی اور نظام حیات میں ہے جس سے انسانی زندگی دو چار ہو چکی ہو۔ یہ ایک ایسا اچھوتا خیال ہے جس نے فکر انسانی کی وادیوں میں شک و شبہات کے سیلاب کے آگے بند باندھا اور ان کی سوچ کے ڈھاروں کو صحیح سمت فراہم کی اعلیٰ اخلاق اور مضبوط سیرت و شخصیت کی تعمیر کے لیے لازوال گُر عطا کئے۔ کامیاب اور پاکیزہ زندگی گزارنے کے قرینے اور سلیقے سکھائے۔

یوم آخرت کیا ہے یہ دن کب آئے گا۔ اس دن کیا ہوگا۔ یہ دن آنا کیوں ضروری ہے اس قسم کے سوالات کا، فطرت سلیم رکھنے والے اور شعور سے بہرہ ور انسان کے دل و دماغ میں پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ یوم آخرت، یوم الدین یا روز جزا و سزا کے متعلق معلومات حاصل کرنا، یہ نہ صرف اپنے علم میں اضافہ کرنے بلکہ اس دن کی افادیت و اہمیت ہر زمان و مکان میں یقیناً انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایک بھر پور اور مثبت انقلاب پیدا کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق ایک دن ایسا آنے والا ہے جب یہ دُنیا مکمل طور پر نیست و نابود ہو جائے گی، انسانوں کو دوبارہ زندگی عطا کی جائے گی۔ ایک وسیع و عریض میدان میں جو کہ میدانِ حشر کہلائے گا۔ اس میں عدالتِ خداوندی قائم کی جائے گی جس میں ہر شخص کے بُرے یا بھلے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور ان ہی اعمال کی روشنی میں اسے جزا یا سزا دی جائے گی۔ اس سلسلہ میں بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ وفات سے لے کر قیامت برپا ہونے تک انسانی رُوخیں جہاں رہیں گی اُسے عالم برزخ (قبر) کہا جاتا ہے، رسولِ پاک کی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ عالم برزخ میں بھی عذاب و راحت موجود ہے۔

یوم آخرت سے انکار

انسان کی پیدائش دُنیا میں جس طرح ہوتی ہے اس پر اگر انسان غور کرے تو اس

کی عقل بشرطیکہ وہ سلیم ہو اس بات کو ماننے سے انکار نہیں کر سکتی کہ جس خُدا نے ایک حقیر لطف سے ابتداء کر کے اُسے پورا آدمی بنایا اس کے لیے اس آدمی کو پھر پیدا کر دینا یقیناً ممکن ہے انسان کو پھر سے زندہ کرنے کی قدرت اور حکمت پر اگر غور کیا جائے تو اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ زمین پر جو اختیارات اُس نے تمہیں دیئے تھے اُن کے صحیح اور غلط استعمال کا حساب لینا بے شک اُس کے عدل کا تقاضا ہے اور بلا حساب چھوڑ دینا سراسر حکمت کے خلاف ہے یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں اُن کے انکار کی اصل وجہ یہ نہیں کہ اُن کی عقل اسے ناممکن سمجھتی ہے بلکہ اس کا اصل محرک یہ ہے کہ اُن کی خواہشات نفس اسے ماننا نہیں چاہتیں۔ مادہ پرستانہ نقطہ نظر کی بناء پر اخلاق کی بھلائی اور بُرائی کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور دنیا کی دولت اور جا و حشمت کے حصول کو عزت و ذلت کا معیار قرار دیتے ہیں۔ یومِ آخرت کے متعلق اعتراضات زمانہ جاہلیت میں بھی کئے جاتے تھے اور روشنی کے زمانہ میں لوگ کج بختی کا شکار مقابلتاً کچھ زیادہ ہی ہیں۔ حق کو قبول کر لینے کے بعد بھی شک کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔

منکرینِ آخرت کی طرف سے سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ مرنے کے بعد جب جسم کا ذرہ ذرہ خاک میں مل کر خاک ہو جائے گا ہڈیاں بوسیدہ ہو کر بھر بھری ہو جائیں گی کوئی حادثہ کا شکار ہو جائے گا کسی کو آگ جلا دے گی کوئی ڈوب کر مچھلیوں کی غذا بن جائے گا کوئی درندوں کی نظر ہو کر ان کے پیٹ میں چلا جائے گا تو اس کو کیونکر اصلی حالت میں لایا جاسکے گا۔ چنانچہ اس کا جواب قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ہمیں ملتا ہے۔ سورۃ طارق میں خاص طور پر شہادت کے لیے آسمان اور زمین کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ جس طرح آسمان سے بارشوں کا برسنا اور زمین کا شوق ہو کر نباتات اپنے اندر سے اُگلنا کوئی مذاق نہیں ہے بلکہ ایک سنجیدہ حقیقت ہے اسی طرح قرآن جس چیز کی خبر دے رہا ہے کہ انسان کو پھر اپنے خُدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اسے بھی کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں سمجھنا چاہیے، یہ ایک دو ٹوک فیصلہ ہے۔ قادرِ مطلق کا ایک سچا قول ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

یومِ آخرت اور قیامت

یومِ آخرت کی ابتداء قیامت کے روز سے ہوگی۔ قیامت کا آغاز کیسے ہوگا۔ اس سلسلہ میں قرآن کے بیان کے مطابق اس روز صُور پھونکا جائے گا جو کہ ایک بہت ہی ہیبت ناک چنگھاڑ کی شکل میں انتہائی حیران کن اور لرزہ خیز آواز ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی تمام نظامِ عالم بُری طرح درہم برہم ہو جائے گا۔ ہر چیز شکست و ریخت کا شکار ہوگی۔ زمین شدید جھٹکوں کی زد میں ہوگی " اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا " آسمان پھٹ جائے گا۔ " اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ " پہاڑ آپس میں ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون " وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ " سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے۔ سمندروں میں آگ بھڑک اٹھے گی۔ " وَاذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ " انسان تپنگوں کی طرح ہوا میں بھرے ہوئے ہوں گے۔ یَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ " جب کانوں کو بہرہ کرنے والی آواز بلند ہوگی " فَاِذَا جَاءَتْ الصَّاعِقَةُ " اس روز آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص پر ایسا وقت آن پڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔ اس افراتفری کے عالم میں لوگوں کو ان کے اعمال نامے ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اُس کی تفصیل آگے آئے گی۔

یومِ آخرت اور حشر کا میدان

جب دوسری مرتبہ صُور پھونکا جائے گا زمین اور آسمان کی تمام ناہمواریاں ختم ہو جائیں گی اس وقت ایک وسیع و عریض میدان ہوگا جو کہ میدانِ حشر کہلائے گا جو کہ انتہائی پریشانی اور سراسیمگی کی حالت میں بارگاہِ رب العزت کی عدالت کی طرف رواں دواں ہونگے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَاِذَا هُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (یسین آیت ۵۱) اس عظیم حادثہ کے بعد فوری طور پر جب لوگوں کو ان کی اصلی حالت میں پھر

زندگی سے ہمکنار کیا جائے گا تو لوگ آپس میں پوچھیں گے کہ ہمیں نیند سے کس نے جگا دیا
 قرآنی الفاظ میں ”فَتَالُوْا لِيُوْكِلْنَا مِنْ بَعَثْنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا سَتَ“
 جواب ملے گا یہ وہی تو ہے جس کا خدا نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔
 هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (یسین آیت ۵۲)
 انسان اپنی بے قراری اور انتہائی گھبراہٹ و پریشانی کی حالت میں دریافت کرے گا کہ
 اب یہاں سے بھاگ کر کہاں جاؤں یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَ مِيْذَانِ الْمَفْرُوْجِ
 (القیامہ آیت ۱۰) جواب میں وہ سنے گا۔ كَلَّا لَا وَزَرَ“ بے شک کہیں پناہ نہیں
 مگر یہ کہ اس روز پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہے۔ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقْرٰوُ
 (القیامہ آیت ۱۲/۱۱)

میدان حشر میں جب لوگوں کے مقدمات کی سماعت ہو رہی ہوگی۔ اس وقت جہنم
 کی دھکتی ہوئی آگ بھی سب کو نظر آ رہی ہوگی اور جنت کے جاں بخش نظارے بھی سامنے
 ہوں گے تاکہ بد بھی جان لیں کہ وہ کس چیز سے محروم ہو کر کہاں جانے والے ہیں اور
 نیک بھی جان لیں کہ وہ کس چیز سے بچ کر کن کن نعمتوں سے سرفراز ہونے والے ہیں
 ان رُوح فرسا مناظر کو دیکھتے ہوئے بعض لوگوں کے چہرے پڑمردہ ہوں گے اور کلونس
 چھائی ہوئی ہوگی ” یہ کافر اور فاجر لوگ ہوں گے۔ نیک لوگوں کے چہرے
 ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہوں گے (سورہ قیامہ وغاشیہ)

انسان نے اپنی زندگی میں زمین پر جہاں جس جگہ جس حالت میں کوئی کام کیا ہوگا
 اس کی ایک ایک حرکت کا عکس اس کی نظروں کے سامنے ہوگا۔ اگر گھپ اندھیرے میں
 بھی اُس نے کوئی فعل کیا ہوگا تو خدا کی خدائی میں ایسی شعاعیں موجود ہیں جن کے لیے
 اندھیرا اور اجالا کوئی معنی نہیں رکھتا وہ ہر حالت میں اس کی تصویر لے سکتی ہیں۔ ساری
 تصویریں قیامت کے روز ایک متحرک فلم کی طرح انسان کے سامنے آجائیں گی۔ انصاف
 کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے شہادتوں سے ثابت کر دیا جائے گا۔ مزید برآں یہ کہ حکم
 خداوندی سے لوگوں کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی اور جو کچھ یہ کرتے رہے تھے ان

کے ہاتھ سب کچھ بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے۔

یومِ آخرت اور جزا و سزا

میدانِ حشر میں جب حساب کتاب کا مرحلہ ختم ہو جائے گا۔ اچھے لوگوں کے اچھے اعمال اور بُرے لوگوں کے بُرے اعمال سب پر عیاں ہو جائیں گے۔ انصاف کے ترازو میں تلنے کے بعد جن لوگوں کی نیکیوں کی وجہ سے پلڑے بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے ان کی جائے قرار کھائی ہوگی یعنی بھڑکتی ہوئی آگ، غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال رحمت سے کام لیتے ہوئے سب انسانوں کو نیک اور بد اعمال کے نتائج سے پہلے ہی باخبر کر دیا ہے اب یہ انسان کا فرض ہے کہ اپنی کامیابی اور فور و فلاح کے راستے کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرے اور خسران کی راہ ترک کر دے وگرنہ ہوگا یہ کہ جہنم میں جانے والوں سے کہا جائے گا۔

”هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ“ یہی وہ جہنم ہے جس کی تمہیں خبر دی جاتی تھی اور جنت میں جانے والوں کے لیے خوشخبری کی پکار یوں ہوگی۔
 ”يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنِّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۖ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۗ“ (الفجر آیت ۲۷)

ترجمہ : اے اطمینان پانے والی روح اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی تو میرے ممتاز بندوں میں شامل ہو جا، اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔ حق و صداقت کی راہ اختیار کرنے، خسرانے اور ناکامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید کی اس واضح تنبیہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں

”تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ

بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ (سورہ جاثیہ آیت ۶)

ترجمہ : یہ خدا کی آیتیں ہیں جو تم کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں تو یہ خدا اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔

یومِ آخرت اور مقامِ عبرت

عالمِ آخرت کا عقیدہ طبعی طور پر انسانی ضمیر کی گہرائی میں موجود ہے یہاں تک کہ اسے ضمیر کی بیداری کا پیمانہ تصور کیا جاتا ہے۔ اسلام سے پہلے مشرکانہ عقائد رکھنے والے کئی مذاہب میں بھی اس عقیدے کا ذکر موجود ہے لیکن جس تفصیل کے ساتھ اس کا بیان قرآن حکیم میں آیا ہے اور اسے ایمان کی بنیاد کا ایک لازمی جزو قرار دیا گیا۔ اس سے پیشتر کسی آسمانی کتاب میں بھی اس کی اتنی اہمیت و افادیت کی وضاحت نہیں کی گئی۔ عقیدہ آخرت کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ ایک دن خدا کے حضور میں حاضر ہو کر اپنے اچھے یا بُرے اعمال کا حساب ہر شخص کو دینا ہوگا جس طرح نیند کے بعد بیداری اور رات کے بعد دن آتے ہیں اسی طرح دنیا کے خاتمہ پر آخرت کا آنا یقینی ہے گزشتہ صفحات میں بیان کردہ حقائق کی روشنی میں اتنی برحق اور مبنی برحقیقت چیز سے انکار کرنا ممکن ہی نہیں۔

جب عقیدہ آخرت میں ہمارا یقین پختہ ہو جائے گا اور یہ یقین قلب کی گہرائیوں میں اتر جائے گا تو بقول علامہ اقبالؒ.....

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود

جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

پھر یہ زبردست اور قوت بخش نظریہ آخرت ہماری زندگیوں میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دے گا۔ پاکیزہ خیالات اور پاکیزہ اعمال کے لیے ایک منفرد قوت محرکہ ثابت ہوگا ہمارے اندر بے پناہ خود اعتمادی پیدا ہوگی ہم خود شناس اور خدا شناس ہو جائیں گے اس طرح ہمارا ہر کام رب العالمین کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہوگا۔ حقیقت میں یہی منشا ربانی بھی ہے اور یہی اصل مقصود زندگی بھی ہے۔ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں زندگی کے اس اعلیٰ ترین اور ارفع ترین مقصد کو یوں واضح کیا گیا ہے۔

” قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ”

(اعراف آیت ۱۶۳)

ترجمہ : کہہ دو میری نماز ، میری قربانی ، میری عبادت ، میرا جینا اور میرا مرنا
 سب خدائے رب العالمین ہی کے لیے ہے ۔
 اللہ تعالیٰ ہمیں یومِ آخرت پر یقین افرد لوں میں حق ایقین کی دولت عطا فرمائے
 دین اور دنیا میں کامیابوں اور کامرانہوں سے ہمکنار کرے ۔ (آمین)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ارشاداتِ رسولؐ



- اخلاق و عادات سنوار لو، ایمان مکمل ہو جائے گا۔
- قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں کوئی چیز خوش خلقی سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی۔
- سب سے بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔
- پاک صاف رہو، رزق میں برکت ہوگی۔
- تم میرے پاس حسب نسب لے کر نہ آؤ بلکہ اعمال صالح لے کر آؤ۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اِنَّكَ لَعَلٰی خَلَقْتَ عَظِیْمًا
راے پیغمبر، تو تو پیدا ہی ہوا ہے اعلیٰ اخلاق پر

مقامِ اخلاق

اہمیت اخلاق

اسلام میں ایمان کے کمال کا معیار جس چیز کو ٹھہرایا گیا ہے وہ حسنِ اخلاق ہے۔ حدیث مبارکہ سے
”مسلمان میں کمال ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے“ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ حضور
پرنور صلعم کا اخلاق قرآن ہے۔ گویا کہ قرآن مجید سارے کا سارا تعلیمِ اخلاق ہے۔
قومیں ہمیشہ افراد سے بنتی ہیں۔ اگر کسی قوم کے افراد زیورِ اخلاق سے آراستہ ہو جائیں تو سمجھ لیجئے کہ اس قوم نے
اپنی تعمیر کر لی۔ اور ہر فرد ملت کے مقدر کا ستارہ بن کر چمکے گا۔ انسانی زندگی کا سارے کا سارا طرزِ عمل درحقیقت
اخلاق ہی کی گرفت میں ہے۔ اور اخلاق کو کنٹرول کرنے والی قوت نظریہ توجہ و آخرت پر یقین ہے۔ ہر کام محض
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے اور آخرت کے دن ہر آدمی سے اچھے یا بُرے حساب کتاب یٹے
جانے کا پختہ عقیدہ دل میں موجود رہے۔ حضرت شیخ علی جویری المعروف بہ داتا گنج بخش نے اپنی کتاب
کشف المحجوب میں حضرت ابو علی قزینی کا قول نقل کیا ہے جنہوں نے تصوف اور اخلاق کو لازم و ملزوم قرار
دیا ہے: ”التَّصَوُّفُ اَخْلَاقُ الرَّحِیْمَةِ“ یعنی تصوف پسندیدہ اخلاق کا نام ہے اور پسندیدہ کام وہ ہے
جس میں بندہ اپنے تمام احوال میں خدا کو کافی سمجھتا ہو اور خدا کی رضا کے ساتھ راضی ہو۔

در اصل معاشرت، معیشت، سیاست دینی امور اور دیگر تمام شعبہ ہائے زندگی میں انسانوں کے باہمی معاملات میں حسن سلوک اور حسن معاملہ کو اخلاق کا نام دیا جاتا ہے۔ دنیا کی ساری خوشی، خوشحالی اور امن و امان اسی اخلاق کی وجہ سے ہے۔ اخلاق انسان میں قربانی اور ایثار کی روح پھونکتا ہے جو نیکیوں کی جڑ ہے۔ اخلاق ایک عالمگیر اخوت کی بنیاد ڈالتا ہے۔ نبی نوع انسان کو ایک دوسرے کا معاون اور مددگار بناتا ہے اور تمدن کا یہی درجہ انسانی کامیابیوں کا زینہ ہے۔ غرضیکہ اسے جسمانی اور روحانی قوتوں کی تکمیل کے لیے اسے جیتیت حاصل ہے۔

تربیت اخلاق

جناب رسول پاک صلعم کی ذات ستودہ صفات کے متعلق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے **اِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقِ عَظِيْمٍ** "پیدائشی طور پر آپ کی ساخت و تربیت ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی ذات اعلیٰ اخلاق کی منظر ہے۔ قرآن حکیم جس خوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے وہ آپ میں فطرۃ موجود ہے اور اسی قسم کی تعلیم کا اظہار اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے۔ **بُعِثْتُ لِاَتَمِّمَ صَكَارَهُمُ الْاَخْلَاقِ** میں صرف اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ چونکہ وہی اخلاق اچھے سمجھے جاتے ہیں جو اللہ کی صفات کے عکس ہیں۔ اس لیے داعی انقلاب جناب محمد مصطفیٰ صلعم نے مزید تاکید کے طور پر فرمایا: **تَخْلَقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ** اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنا اخلاق بناؤ۔ انسان کے اندر خالق مطلق نے ایسی صلاحیتیں ودیعت کی ہیں کہ جن کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی خوبیوں کو اپنی استعداد کے مطابق کسی حد تک اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ اگرچہ مقدار و تناسب کے اعتبار سے وہ سمندر میں قطرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں فطرت کے اس تقاضے کا اشارہ اس آیت میں بھی ملتا ہے **فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فِطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا** پھر یہ کہ اچھے اور بُرے کاموں میں تمیز کرنے کی خوبی بھی انسانوں کے اندر الہام فرمادی۔ اور بہت سے احکام وحی کے ذریعہ بیان فرما دے۔ تاکہ فطرت اگر کسی وجہ سے خاموش رہے تو احکام الہی کی آواز ان کو پکار کر ہتھیار کر دے۔

فَاَلَيْسَ بِمَجْهُدٍ اسی طرح قرآن پاک میں آنحضرت صلعم کی اصلاحی اور تربیتی دعوت کے سلسلہ میں کئی مقامات پر ذکر آیا ہے کہ نبوت و رسالت کا سب سے بڑا فرض نفوس انسانی کو برائیوں اور نجاستوں کی آلودگیوں سے پاک

کرنا ہے: دِيْزِكِيْمِهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ رِسُوْرَةٌ جَمْعًا اٰیة ۱۲: پیغمبر جو ان کے سامنے آئیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور جو خدا کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں، حکمت کا لفظ قرآن حکیم میں اگرچہ علم و عرفان کے معنی میں آیا ہے، لیکن بنی اسرائیل اور سورہ لقمان کے مطالعہ کے بعد یہ بات واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہے کہ حکمت کے لفظ میں ایک بڑا حصہ اخلاقی تعلیمات کا بھی ہے ان سورتوں میں توحید، والدین کی اطاعت، تعلیم، قہر، تبادروں اور محتاجوں کی امداد کی نصیحت اور فضول خرچی، بخل، اولاد کشی، بدکاری کسی بے گناہ کے جان لینے اور یتیموں کے ستانے کی ممانعت کے بعد ایفائے عہد کرنے، ٹھیک ناپ تول کرنے اور زمین پر اگر کھڑے کرنے چلنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰی اِلَيْكَ رَبِّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ رَجُلٌ اِسْرٰئِیْلِیٌّ
 ترجمہ! اے پیغمبر! اے بدلتیوں میں سے ہے جو خدا نے حکمت کے باتیں تمہارے طرف وحی کے پہلے آیت ۱۲۹
 بنی انحر الزمان صلعم نے انسانی اخلاق کا ایک ایسا معتدل اور متوازن نظام پیش کیا جو ہر شخص، ہر قوم اور ہر زمانے کے لیے مناسب ہے جس کی نظر کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ اس کمی کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے ہر من فلاسفر مسطر ٹیٹھ نے سچی اخلاق پر جا دو بجا اعتراضات کیے جو تیر برسائے ان کی جھلک اس کے ان الفاظ سے ظاہر ہے۔

مسیحیت نے ہمیشہ کمزور، پست اور بوسیدہ اشیاء کا ساتھ دیا ہے مسیحیت نے طبائع انسانی کی تمام خود دارانہ قوتوں کا استیصال کر دینا، اپنا مسک قرار دیا ہے مسیحیت نے زبردست مانگوں کا ستیاناس کر دیا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مسیحی قوموں کی ترقی کا راز اس بات میں ہے کہ انہوں نے پروٹسٹنٹ بن کر اصلاح و تجدید کے نام سے اسلامی فلسفہ اخلاق کو اپنایا اور نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔

پسندیدہ اخلاق

اخلاق حسنہ کی تفصیل بہت ہی طویل ہے لیکن یہاں پر چند اعلیٰ اخلاقی اقدار کا ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ ان بنیادی اصولوں کو عملی زندگی میں ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے۔

عدل و احسان

عدل و انصاف کا دائرہ کار محض عدالت تک محدود نہیں، بلکہ زندگی کے ہر شعبہ پر محیط ہے کسی بھی معاشرہ میں عدل و انصاف کے بغیر نہ تو استحکام پیدا ہو سکتا ہے، اور نہ ہی وہ قائم رہ سکتا ہے، اگر بغور دیکھا جائے تو تمام نظام عالم میں عدل و انصاف کا قانون کارفرما ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو عدل کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ قانونی تقاضوں کو پورا کیا جائے اور احسان کرنے کی تاکید کر کے ایک ایسا اخلاقی مطالبہ کیا گیا ہے جس سے اشخاص کی روحانی تکمیل بھی ممکن ہو سکے، فرمان الہی ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاصِّرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (سورہ نحل ۱۳) بے شک اللہ انصاف اور نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے یہاں پر لفظ احسان نوٹ کرنے کے قابل ہے احسان سے مراد نیک سلوک، فیاضانہ معاملہ، ہمدردانہ رویہ خوش خلقی سے پیش آنا، درگزر کرنا یہ عدل و انصاف سے ایک زائد شے ہے۔

جہاں تک عدل و انصاف کے تقاضوں کو نظر انداز کرنے کا تعلق ہے جناب بادی برحق صلعم نے فرمایا تم سے پہلے قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں معمولی لوگ گناہ کرتے تھے تو ان کو سزا دی جاتی تھی اور جب بڑے لوگ کرتے تھے تو ان کے حکما اٹال جاتے تھے عصر حاضر میں بھی کچھ ایسی ہی کیفیت موجود ہے، اور اکثر کہا جاتا ہے کہ قانون غریب آدمی کو پیتا ہے اور امیر آدمی قانون کو پیتے ہیں، اسلامی تعلیمات اور اخلاقی اقدار کا تقاضا یہ ہے کہ دین و مذہب نسل اور قومیت کے اختلاف کے باوجود ہر آدمی کے ساتھ انصاف کرنا مسلمان کے لئے ضروری ہے، ارشادِ بانی ہے ترجمہ: اور کسی قوم کی عداوت تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل و انصاف نہ کرو، (سورۃ مائدہ)

سچائی

سچائی کی عادت انسان کو بہت سی برائیوں سے بچاتی ہے صفاتِ ربانی میں سے سب سے بڑی صفت سچائی ہے، وَمَنْ اٰصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (سورۃ نسا، ۶) اور کون اللہ سے زیادہ سچا ہے بات میں، اسی طرح پیغمبروں کا بھی سب سے بڑا وصف سچائی ہے وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ اور پیغمبروں سے سچ کہا (سورہ لیسین) تو معلوم ہوا کہ اخلاقی خوبیوں کے سرفہرست ہونے کی حیثیت صرف سچائی کو ہے۔

حق گوئی

حق کی حمایت میں جو آواز بلند کی جائے اسی کا نام حق گوئی ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق کی بات کہنا ہے۔

عہد کی پابندی

اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کا سچا اور عہد کا پکا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (آل عمران) بے شک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے قول و قرار کو پورا کرو یا یہاں الذین اٰنؤا ذٰھوۃً بِالْعُقُوۡدِ (سورۃ المائدہ)

استقامت

جس بات کو حق سمجھا جائے اس پر قائم رہا جائے حق کے راستہ میں اگر مشکلات پیش آئیں تو ثابت قدمی سے کام لیا جائے اور صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے اسی کو استقامت کہا جاتا ہے۔

استغنا

انسان کی بے نیازی یہ ہے کہ اس ذات بے نیاز کے سوا دوسروں سے بے نیاز ہو۔ ہر ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور قناعت سے کام لے حدیث میں آیا ہے کہ دولت مندی مال و اسباب کی کثرت کا نام نہیں بلکہ اصلی دولت مندی دل کی بے نیازی ہے شیخ سعدیؒ نے فرمایا۔ تو نگر می بدل است نہ بہال۔

رحم

رحم کا جذبہ رحمت واے درحمان خدا کی رحمت کا پر تو ہے۔ دنیا میں رحم و کرم کے جو آثار پائے جاتے ہیں وہ اسی کی رحمت کے آثار ہیں۔ فرمان رسول مقبولؐ ہے تم زمین والوں پر رحم کرو۔ تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا یہ رحم علی صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس کا دائرہ نہایت وسیع ہے اس میں اللہ کی تمام

مخلوق شامل ہے۔ اور عالم کی ہر شے پر محیط ہے۔

عفو و درگزر

برائی کا بدلہ برائی جماعت کا قانون ہے اور عفو و درگزر افراد کا اخلاقی کمال ہے جب تم برائی کا جواب اچھائی سے دو گے تو تمہارا دشمن بھی دوست بن جائے گا۔

دیانت داری و امانت

آپس میں لین دین کے معاملوں میں جو اخلاقی جوہر مرکزی حیثیت رکھتا ہے وہ دیانت داری اور امانت ہے جناب رسول پاکؐ کو نبوت سے پہلے مکہ والوں کی طرف سے امین کا لقب ملا تھا کیوں کہ وہ اپنے کاروبار میں دیانت داری رکھتے۔ خیال ہے کہ جو شخص اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتا ہے وہ امانت میں خیانت کرتا ہے۔ حدیث شریفین میں آیا ہے جس میں امانت نہیں۔ اس میں ایمان نہیں؛

عفت و پاکبازی

سورۃ المؤمنون اور سورۃ المعارج میں مسلمانوں کے جو امتیازی اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں عفت و پاکبازی کا ذکر موجود ہے جو کہ ساری خوبیوں کی جان ہے اور صرف شرم و حیا ہی اس خوبی کی پرورش کرتی ہے

ناپسندیدہ اخلاق

جھوٹ

جھوٹ ہر قسم کی برائیوں کی جڑ ہے اس بُری عادت کی نیگنی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمان کو کسی فعل کی بنا پر لعنت کے قابل نہیں سمجھا گیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت کی جائے۔ فرمان خداوندی ہے۔ اِنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ . (سورۃ نور) اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔ آنحضرت صلعم نے جھوٹ کو منافق کی نشانی قرار دیا ہے اور مسلمان کے متعلق جب ان سے پوچھا گیا کیا مسلمان بزدل ہو سکتا ہے۔ فرمایا ہو سکتا ہے۔ یہ پوچھا گیا کیا جھوٹا ہو سکتا ہے۔ فرمایا نہیں۔ گویا مسلمان کے لیے جھوٹ بولنا ایک ناممکن بات ہے۔

غیبت و بدگمانی

سورۃ الحجرات آیت ۱۲/۱۳ میں نہایت ہی تفصیل کے ساتھ ان تمام بُری عادات کا ذکر کیا گیا ہے جس سے باہمی تعلقات میں ناگواری پیدا ہونے کے امکانات موجود ہیں۔ اس لئے ان کی ممانعت کی گئی ہے۔ مثلاً ایسی منہی مذاق جس سے دوسروں کی رسوائی ہونے کا ڈر ہو۔ آپس میں ایک دوسرے کو طعنے دینے یا بُرے ناموں سے پکالنے سے منع کیا گیا ہے لوگوں کے عیب ٹوٹنے۔ ان کو شک کی نگاہ سے دیکھنے ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے بُرا کہنے اور تہمت لگانے کی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال نہایت ہی آسانی سے سمجھ میں آنے والی مگر بڑے ہی موثر اور انداز میں یوں بیان فرمائی ہے جس سے مذکورہ بالا عادات بد کے خلاف دلی نفرت کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے۔ اِيْحِبُّ اَحَدَكُمْ اِنْ يَأْكُلْ لَخَمِ اَنْحِيهِ مِيْنَتًا فَاَكْرَهْتُمْوهُ تَرْجَمَةٌ : بھلا تم میں سے کوئی گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو تم کو گھننے لگے

فضول خرچی

بے جانام و نمود کی خاطر اور ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے والوں کو حق تعالیٰ نے شیطان کے بھائی کہہ کر ایسے لوگوں سے اپنی انتہائی نفرت کا اظہار کیا ہے۔

اِنَّ الْمُسْبِدِيْنَ كَالْوَاخِيَاۡتِ الشَّيْطٰنِيْنَ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهِ كَفُوْرًا (سورہ اسراء)

ترجمہ : دولت کو بے جا اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکر ہے۔

ناپ تول میں کمی

باہمی تعلقات کو خوشگوار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ناپ تول میں کمی بیشی نہ کی جائے ایسا کرنے سے لوگ ایک دوسرے کے حق کو چھیننے کے مرتکب ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اسے چوری بھی کہا جا سکتا ہے جس سے بچنے کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے اس فعل سے کاروبار میں برکت جاتی رہتی ہے جس سے قرآن حکیم کے مطابق. وَاَوْفُوا۟ الْكَيْدَ وَالْمِيْزَانَۙ رَسُوْدَةُ الْعَامِ (ترجمہ : اور ناپ اور تول کو پورا کرو علاوہ ازیں چوری، رشوت، ظلم، حسد، بعض کینہ، ریاکاری، زنا کاری، جوا، شراب نوشی، سودی

لیکن دین، لالچ، غرور اور ایسی ہی دیگر ناپسندیدہ عادات ہمیشہ اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہیے اور ان سے بچنے کے لیے رب کریم سے ہمیشہ دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

کمال اخلاق

اسلام نے اخلاق کا کمال قیام دیا ہے کہ جو نیک کام بھی کیا جائے وہ سمجھ کر کیا جائے کہ یہ احکام خداوندی ہیں سے بے پھر یہ کہ اخلاق کی تمام تر بنیاد ارادہ اور نیت یعنی قلب کی اندرونی کیفیت و حالت کی درستگی کے لیے یہ اعتقاد ضروری ہے کہ کوئی عظیم ہستی ہے جو ہمارے دل کے ہر گوشے کو ہر طرف جھانک رہی ہے جس کی وجہ سے ہمارے اندر باز پرس اور جواب دہی کا یقین ہر وقت قائم رہنا چاہیے۔

خیال ہے کہ انسانی ذہن پر کوئی انسانی قانون چاہے کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو وہ اثر مرتب نہیں کر سکتا۔ توخون خدا اور خونِ آخرت کر سکتا ہے۔ اور یہ دونوں دراصل اخلاق عالیہ کے سرچشمہ ہیں۔

یہ ایک مسلم امر ہے کہ ہر مذہب مخصوص عقائد اور طریقہ عبادت کے علاوہ اخلاق کی بھی تعلیم دیتا ہے لیکن بہترین مذہب وہ ہے جس کا اخلاقی دباؤ اپنے ماننے والوں پر اتنا ہو کہ وہ ان کے قدم کو سیدھے راستے سے ہٹانے نہ دے اس حقیقت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کہ قانون برائیوں کو کافی حد تک روک سکتا ہے مگر دل میں برائی کے لیے کراہت یا نفرت پیدا نہیں کرتا جس سے برائی کے تمام سوتے بند کر دئے جائیں یہ خوبی صرف شریعت محمدی ہی میں ہے جو ہر لحاظ سے قانون اور اخلاق کا مجموعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو زیورِ اخلاق سے آراستہ کرے۔ اور ہر فردِ ملت کے مقدر کا تارہ بن کر چمکے آمین



قلب میں سوز نہیں رُوح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد کا نہیں پاس نہیں



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار ہے نہ یہ روز ہے پھر نہ یہ کار ہے

مقام آدم

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝

(سورہ تین آیت ۴)

ترجمہ: کریم نے انسان کو بہت اچھے صورت میں پیدا کیا۔

حسن تخلیق کا شاہکار

فرمانِ خداوندی ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا اسے اچھی شکل و صورت عطا فرمائی۔ کچھ ظاہری و باطنی قوتیں اور خوبیاں اس کے وجود میں جمع کر دیں۔ اس کے اندر ان تمام عملیاتوں کو ودیعت کر دیا ہے کہ جن سے اگر وہ مناسب کام سے تو منشاء ربانی کے مطابق کل کائنات کی تسخیر کرنے کے قابل ہے۔ انسانی کمالات اور دارین کی کامیابی کے اعلیٰ ترین مقامات تک سہ سائی حاصل کرنے کے روشن امکانات موجود ہیں اس کے اندر نبوت جیسے بلند ترین منصب کے حامل لوگ پیدا کئے جس سے اونچا منصب خدا کی کسی دوسری مخلوق کو نصیب نہیں ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان خالق کائنات کے حسن تخلیق کا شاہکار ہے اور اشرف المخلوقات ہے۔

علامہ اقبال کا تصور انسان

پیدائش آدم کے سلسلہ میں مفکر مشرق حکیم الامت علامہ اقبال نے نہایت ہی خوبصورت الفاظ میں کچھ

اس طرح کی تصویر پیش کی ہے۔

نعرہ زد عشق کہ خوئیں جگر سے پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظر سے پیدا شد
فطرت آشفّت کہ از خاک جہان مجبور
خود گمرے خود شکنے، خود گمرے پیدا شد

ترجمہ: آدم کی پیدائش پر عشق نے خوشی سے نعرہ بلند کیا تو ایک خونین جگر پیدا ہوا جو میرا حق ادا کر لگا،
حسن گھبرا گیا کہ اب تو ایک صاحب نظر پیدا ہو گیا ہے فطرت نے تیوری چڑھائی کہ جہان مجبور
رکائات کی خاک سے ایک ایسا صاحب اختیار وجود پیدا ہوا ہے جو اپنے آپ کو بنانے والا بھی ہے
اپنے آپ کو توڑنے والا بھی ہے اور اپنے آپ پر نظر رکھنے والا خود شعور، بھی ہے۔

ایک اور مقام پر شاعر مشرق علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

”خاکی و نوری نہاد بندہ مولا صفات

انسان ہے تو خاکی مگر اس کے اندر صفات اپنے مالک کی سی ہیں، اسی لئے مفکر ملت اُسے
اپنی حقیقت سے خبردار رہنے کی پُر زور الفاظ میں تلقین کرتے ہیں۔

روح اور ربانی چراغ

انسان کی پیدائش اگرچہ حقیر مٹی سے ہوئی، لیکن اس کی شان یہ ہے کہ خالق کائنات نے
اس کے اندر اپنی روح میں سے روح پھونکی جو سورہ نور کے مطابق ایک ربانی چراغ ہے جس کی
روشنی میں وہ اپنی خوبیوں اور خامیوں کو دیکھ سکتا ہے اچھائی اور برائی کی تمیز کر سکتا ہے، اور اپنے
فرائض خلافت و نیابت سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے، یہ سارا اہتمام اس لئے کیا گیا تاکہ انسان اپنی تخلیقی
صلابتوں پر غور و فکر کرنے کے بعد اپنے مقصد حیات کو پوری طرح سے سمجھ لے اپنی زندگی کو احکامات
خداوندی کے مطابق گزارے اور اس طرح دنیا اور آخرت میں کامیابیوں سے ہمکنار ہو۔

حقیقی حیثیت اور فطرت انسان

یہاں پر یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ فاطر فطرت سے زیادہ انسانی فطرت کو کوئی نہیں جانتا

یہ ہمیشہ سے اس کے علم میں ہے کہ انسان کیوں گرفتار و فساد برپا کر سکتا ہے۔ اس کی سرکشی اور نافرمانی کے کیسے کیسے اندازہ ہو سکتے ہیں۔ وہ غیر اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنے میں کہاں تک بغاوت پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ اسی نوعیت کے اور بہت سے امور جن کا تعلق غیر فطری فکر انسانی سے ہے ان کو مد نظر رکھتے ہوئے رب کائنات نے انسان کو اس کی انتہائی بے بسی اور مکمل مجبوری کا احساس دلاتے ہوئے اس کو حقیقی حیثیت سے یوں آگاہ کیا ہے۔

كَلَّا اَتَىٰ عَلَى الْاِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَيْمٌ لَّيْكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا
 سورہ الدھر میں انسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ اس پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی گذرے گا کہ جب اس کا نہ تو نام و نشان تھا اور نہ ہی وہ کوئی قابل ذکر چیز تھی پھر ایک مخلوط لطف سے اس کی حیرت آبدہا کی گئی۔ سماعت و بصارت کی ایسی قوتیں عطا کی گئیں جو دوسرے حیوانات سے مختلف تھیں اس کے سامنے شکر اور کفر کے دونوں راستے کھول دیئے گئے تاکہ آزما جا جائے کہ اس امتحان گاہ میں وہ شکر گزار بندہ بن کر سامنے آتا ہے۔ فرمانبردار۔ اشراف المخلوقات بننے کی کوشش کرتا ہے یا اسفل سافلین میں اپنا بدترین ٹھکانا بنا کر پسند کرتا ہے۔

دورِ حاضر کا تصور انسان

ابھی تک جو بات ہو رہی تھی وہ خالصتاً قرآنی نقطہ نگاہ سے تھی اب ذرا دورِ حاضر کے تصور انسان کا ذکر بھی ہونا چاہیے اس وقت سب سے بڑا فتنہ انسان کو اس کے مقام بلند سے گرا کر حیوانات کی سطح پر لے آتا ہے۔ ڈارون، فریڈ اور مارکس نے دورِ حاضر کے فکر پر گہرا اثر ڈالا ہے یہاں تک کہ دنیا کے ہر ملک کے عوام غیر شعوری طور پر ان کے افکار سے متاثر ہوئے۔ ڈارون نے کہا کہ انسان برتر قسم کا حیوان ہے۔ فریڈ کے خیال میں جنسی جذبہ انسان کے تمام جذبات پر چھایا ہوا ہے۔ مارکس کے نظریہ کے مطابق انسان لالچ سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا چنانچہ جب ان خیالات کی وسیع پیمانہ پر نشرو اشاعت ہوئی کہ انسان حیوان محض ہے۔ اور دنیا میں قوت، جنسی جذبہ اور لالچ کی کار فرمائی ہے تو دولت کی ہوس، عریانی، شراب نوشی، جوار دوسروں کا حق چھیننا اور مادہ پر آزادی اس دور کے انسان کی خصوصیات بن گئیں۔ انسان کے لیے اپنی اصلیت کو سمجھنا ناممکن سا ہو گیا ہے۔

انہوں نے انسان کی اصل مستقل فطرت کو بھلا دیا۔ ان کے سامنے وہ فرضی تبدیلی رہی جس کا تعلق انسان کے بیرونی پھلکے سے ہے لوگ عام طور سے اس آدمی کی بات کرتے ہیں جو اتفاقاً انسان اور اصلاً حیوان ہے۔ وہ اس حقیقت کو فراموش کر چکے ہیں کہ انسان انسان ہے اور اگر وہ انسان نہیں تو کچھ بھی نہیں تجربہ شاہد ہے کہ انسان جب بچے خدا کو بھلا دیتا ہے تو پھر اسے اپنے لیے جھوٹے صنم ترلشنے پڑتے ہیں کیوں کہ کسی کو اپنی عقیدت و محبت کا مزاج بنانا اس کی سرشت کے، یہی وجہ ہے کہ انسان صنم کہہ کائنات میں گم ہو کر رہ گیا ہے اور قرآنی نظریہ کے مطابق "فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا لَبِيدًا" (سورہ بقرہ) وہ گمراہیوں کی انتہا گہرائیوں میں بھٹک رہا ہے۔ اور اصل راستے سے دو جا پڑا ہے۔

اصل مقصد حیات

انسان اپنے آپ پر نازاں تو ہے کہ وہ اثرن المخونات ہے لیکن نہیں جانتا کہ اس کا شرف کون سی صلاحیتوں پر موقوف ہے اسے

چاہیے کہ اپنے فکر و عمل کی بہترین صلاحیتوں سے کام لے اور اپنی ذات کی تکمیل کے لیے کوشاں رہے۔ دنیاوی فرائض کو بطریق احسن انجام دینے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق قائم کر کے کثرت ذکر الہی سے قلب انسانی میں نور پیدا ہوتا ہے اس نور کی روشنی سے اسے اپنے اندر کی خامیاں نظر آنے لگتی ہیں اللہ تعالیٰ نور اور توانائی کا کل کاٹناتی پاور ہاؤس ہے جتنا گہرا تعلق کوئی اس سے قائم کرے گا۔ اسی نسبت سے اسے روشنی اور قوت حاصل ہوگی ایسی روشنی جس کی مدد سے وہ اپنی خامیاں دیکھ سکے اور ایسی قوت جس سے وہ انہیں دور کر سکے جتنا کوئی اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگا جائے گا اتنی ہی اس کی صلاحیتیں بیدار ہوں گی۔ اتنے ہی اس کے جوہر چمکیں گے۔

محبت الہی

قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کو ایمان کا معیار قرار دیا ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وَالَّذِينَ آمَنُوا شَدِيدًا لِلَّهِ" اور وہ جو ایمان والے ہیں ان کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے شدید ہے خیال ہے کہ انسان کی حیوانی جبلتیں، لالچ، ہوس، خود سمانی وغیرہ اسے سستی کی طرف کھینچتی ہیں اللہ کی محبت اسے بلند یوں کی طرف لے جاتی ہے۔ اور یہی کش مکش انسانی شخصیت کی تکمیل کا سبب بنتی ہے۔

جو انسان کو انسانیت کے درجہ تک پہنچاتی ہے۔

قصد مختصر

تخلیق انسانی کے مختصر مطالعہ اور مقصد حیات کے نمایاں پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دراصل مقصد حیات کو بالفاظ دیگر تکمیل ذات ہی کہا جاسکتا ہے اور تکمیل ذات اللہ سے مضبوط رشتہ تعمیر کر دار اور تکمیل اخلاق ہی سے قائم ہو سکتا ہے تکمیل اخلاق ہی دین اسلام کی تعلیمات کی اصل روح ہے جیسا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

لَعِثْتُ لَأَتَمَّ مَكَامِرَ الْاِخْلَاقِ

میں صرف اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

قادر مطلق ہمیں تکمیل ذات اور تکمیل اخلاق کے لیے قدرت عطا فرمائے

امین ثم امین

التباس خاص

اس کتاب کو ہر روز تھوڑا تھوڑا پڑھتے رہیں۔ ہر ماہ پڑھیں، ہر سال پڑھیں، دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب دلائیں۔ یقین کیجئے کہ ہر بار مطالعہ کے بعد آپ اپنی شخصیت میں ایک نیا نکھار محسوس کرنے لگیں گے۔

سکندر شیخ

سرپرست (ادارہ)

زبانی

تیرا تن رُوح سے آشنا ہے
عجب کیا آہ تیری نارسا ہے
تن بے رُوح سے بیزار ہے حق
خُدائے زندہ زندوں کا خدائے

علامہ اقبالؒ

جوہرِ انسانِ عدم سے آشنا ہوتا نہیں آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں
(علامہ اقبالؒ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مُحَمَّدٌ وَاَنْصَبْتَنِيْ عَلٰی سِرِّ سُوْلِكَ الْبَكِيْ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔
(بنی اسرائیل آیت ۸۵)

ترجمہ : اور تم سے رُوح کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دو کہ وہ میرے
پروردگار (کے عالم امر) کی ایک شان ہے اور تم لوگوں کو بہت ہی کم
علم دیا گیا ہے۔

مقامِ رُوح

آغازِ جستجو

رُوح کی کیفیت و ماہیت کے متعلق معلومات حاصل کرنے اور اس سلسلہ میں
تحقیق و جستجو کا عمل اُس وقت سے جاری ہے جب سے انسان نے سوچ و بچا سے
کام لینا شروع کیا ہے۔ انسانی شعور کا یہ فطری تقاضا بھی ہے کہ وہ معلوم کرے
کہ رُوح کیا چیز ہے؟ کہاں سے آتی ہے کہاں جاتی ہے؟ رُوح فانی ہے یا لافانی؟
اس کے افعال و خواص کیا ہیں؟ جسم کا رُوح کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ ایسے بنیادی
سوالات ہیں جن کا انسان کی عملی زندگی سے گہرا تعلق ہے، فکر و نظر کی تعمیر اور اخلاق
و کردار کی تشکیل میں انہیں اساسی حیثیت حاصل ہے۔ زندگی کو با مقصد بنانے یا بے مقصد
گزارنے میں ان کا بڑا عمل دخل ہے۔

یہ ایک مسئلہ امر ہے کہ انسان ہزاروں سال سے اس چھوٹے سے کمرۂ ارض کی

کائنات کے حقائق و اسرار معلوم کرنے میں مصروف ہے لیکن انتہائی کوششوں کے باوجود ابھی تک بیشتر کیرے مکوڑوں کی تفصیلات حاصل کرنے سے بھی قاصر ہے۔ مادی اور مشینی دنیا کا جہاں تک تعلق ہے اگرچہ اُس نے ایٹم بم، ہائیڈروجن بم، راکٹ، میزائل اور خلائی سیارے ایجاد کر لیے ہیں اور چاند تک رسائی بھی حاصل کر لی ہے لیکن اس کے باوجود ماوراء المادہ ”روح اور روحانی حقائق الہیہ کے رموز و نکات کے متعلق بہت کم علم رکھتا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اُس نے اپنے دائرہ سونج کی حدود کو مادی اشیاء اور عقل انسانی تک محدود کر رکھا ہے جب کہ قدرت کے عجائبات کا علم حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ماورائے عقل بہت سے ذرائع بھی مہیا کر رکھے ہیں جن سے کام لے کر انسان روحانی دنیا سے رشتہ استوار کر سکتا ہے اور ایسے حقائق کی نقاب کشائی کرنے میں بھی کامیاب ہو سکتا ہے جن کے لیے مجرد عقل و خرد کافی نہیں ہے ایسے ہی حقائق میں حقیقت روح کے متعلق معلومات حاصل کرنا شامل ہے۔

قدیم تصورِ روح

دنیا میں موت سب سے بڑی حقیقت ہے ہر شخص اس حقیقت کو بلا خوف تردید تسلیم کرتا ہے۔ تاہم یہ بات سب کے لیے حیران کن بھی ہے اور قابل غور بھی انسان چاہتا ہے کہ ایسی چیز کے متعلق زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کی جائے جس کے آنے سے جسم آباد ہو جاتا ہے اور اس کے جانے سے زندگی کے چشمے خشک ہو جاتے ہیں۔ جسم انسانی مٹی کا ڈھیر بن کر رہ جاتا ہے۔ کیا یہی اس کا انجام ہے؟

اوراق تاریخ انسانی کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اہم مسئلہ پر غور و فکر کا آغاز زمانہ قدیم سے شروع ہوا اور آج تک یہ عمل جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔ حکماء یونان و اسکندریہ، فلاسفہ متقدمین و متاخرین مختلف مذاہب کے پیشواؤں اور اکابر علماء نے اپنی اپنی بساط اور اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق بڑی ہی عمیق تحقیق کی ہے۔ اگرچہ ان کی آرا میں اختلاف پایا جاتا ہے تاہم بیشتر حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ روح جسم سے ایک جداگانہ جسم لطیف رکھتی ہے جسے نہ تو محسوس کیا جاسکتا

ہے اور نہ ہی اسے دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے قوی اور ادراکات بالکل الگ ہیں۔ رُوح سینکڑوں کوس سے بغیر حواس کی وساطت کے ایک چیز کو دیکھ سکتی ہے اور واقعات آئندہ کا بھی کسی حد تک ادراک کر سکتی ہے۔

قائدین کی دلچسپی اور مفید معلومات کے لیے یہاں پروفیسر سنز کی ”اردو انسائیکلو پیڈیا“ میں بیان کردہ حقائق رُوح کا ایک اہم حصہ پیش خدمت ہے۔

مذہب کی رُوح سے ایک غیر مادی جوہر (جو ادراک بالحواس کو متحرک رکھتا ہے) دُنیا کے تمام الہامی اور غیر الہامی مذاہب (سوائے بدھ مت) وجودِ ارواح کے قائل ہیں اس کی تعبیر و تشریح میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے لیکن یہ امر سب کے نزدیک مسلم ہے کہ رُوح انسان کے مادی پہلو جسم یا گوشت پوست سے علیحدہ کوئی چیز ہے جسم فانی ہے لیکن رُوح لافانی اور ابدی ہے۔ قدیم مذاہب کے پیروں کا اعتقاد تھا کہ رُوح کا مسکن انسان کی سانس یا خون ہے۔ اس خیال کی وجہ یہ تھی کہ ان دونوں میں سے کسی کے بھی ضیاع سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

جدید تصور رُوح

یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ جدید فلسفہ اور نفسیات رُوح کی مذہبی تعریف و تعبیر کو نہیں مانتے۔ وہ رُوح کو ذہن اور عقل کہتے ہیں جدید سائنس کے نزدیک انسانی اور حیوانی جسم میں رُوح کی وہی حیثیت ہے جو متحرک مشین میں توانائی یعنی بجلی بھاپ وغیرہ کی ہے۔ بااثر ہمہ تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے فلاسفر اور سائنسدان جو مادہ اور اس کی قوت کے سوا کسی دوسرے کا نام لینے والے کو وہم پرست اور پاگل کہتے تھے اب آہستہ آہستہ ان میں سے اکثر حضرات رُوح کے عجیب و غریب خواص اور مخیر العقول افعال کو پیش کرنے میں باک محسوس نہیں کرتے بلکہ اس نظریہ کو فروغ دینے والے یورپ کے چند مشہور سائنس دان اور ماہرین طبیعیات مثلاً ایڈنگٹن، جینز و ایٹ ہمیڈ، آئن سٹائن اور پلینک کے نام سرفہرست ہیں۔

اب تک تو عام خیال یہی تھا کہ سائنس مادیت کا علم ہے لیکن سائنسدانوں کی حالیہ کوششوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب دنیا بھر کے سائنسدان خدا، روح اور روحانیت کے مکمل طور پر قائل ہو جائیں گے اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ ان مخفی حقائق کو نظر انداز نہیں کر سکتے جن کا مشاہدہ اور تجربہ چند انسانوں کو مختلف ذرائع سے ہوا ہے مثال کے طور پر کچھ لوگوں کو خوابوں میں پیش آنے والے واقعات اور ان کے اثرات، بعض افراد کو "آسٹل ورلڈ" یعنی عالم مثال سے تعلق رکھنے والے غیر معمولی حالات سے آگاہی اور روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے خرق عادات مناظر بہر حال یہ سب امور سنجیدہ غور و خوض کے متقاضی ہیں۔ اہل فن کی اصطلاح میں جسم لطیف کو "آسٹل باڈی" کہتے ہیں اور بقول مشہور مغربی مفکر سی ڈ بلیو لیڈ بیٹر.....

"تم جسم سے الگ چیز ہو۔ یہ جسم تمہاری قیام گاہ ہے۔ اجسام محض خول ہیں جنہیں ہم موت کے وقت یوں پرے پھینک دیتے ہیں جس طرح کہ کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں۔"

مسٹر آر تھرفنڈے جو گلاسگو کی ایک سوسائٹی آف سائیکل لیسریج (روح کے متعلق تحقیقات) کا وائس پریزیڈنٹ تھا۔ اس نے بھی اپنی ایک کتاب میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

قرآنی تصور روح

قریش مکہ، مشرکین اور یہود جناب رسول پاک صلعم سے روح کی حقیقت ناہیت اور کیفیت کے متعلق اس لیے پوچھتے تھے کہ ان کو یقین تھا کہ حضرت محمد صلعم ان کو کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکیں گے۔ اس طرح معترضین کو مذاق و استہزا اور تمسخر کا موقع مل جائے گا۔ لیکن خدائے بزرگ و برتر کو یہ چیز گوارا نہ تھی۔ فوراً وحی نازل فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَيْسَ لَكُم مِّنَ الرُّوحِ شَيْءٌ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي
وَمَا آتَيْتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (بنی اسرائیل آیت ۸۵)

- ترجمہ : اور تم سے رُوح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ وہ میرے پروردگار (کے عالم امر) کی ایک شان ہے اور تم لوگوں کو بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔
 اس آیت میں جو سب سے زیادہ غور طلب لفظ ہے وہ لفظ ”امر“ ہے۔ اس کی وضاحت کیلئے ایک دوسرے مقام پر آیت ذیل کا مطالعہ ضروری ہے جس سے لفظ امر بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے۔ رب کریم کا ارشاد ہے: ”أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ“ ترجمہ: عالم خلق بھی اور عالم امر بھی اسی کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم خلق اور عالم امر دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ محققین و مفسرین کی رائے میں جس چیز کا حواس کے ذریعے ادراک حاصل کرنا ممکن ہو وہ عالم خلق ہے اور جو ادراک حواس سے بالاتر ہو وہ عالم امر ہے دوسرے الفاظ میں یہ کہ اجسام ظاہری اور عالم مادی پیدا کرنے کا تعلق خلق سے ہے اور حقائق باطنی اور عالم رُوحانی سے تعلق رکھنے والے مخفی امور عالم امر سے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ رُوح عالم امر کی مخلوق ہے اور اس عالم خلق سے ماوراء حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ کے خاص ارادے اور خاص حکم سے وجود میں آئی۔ ارشاد نبویؐ ہے ”تخفیف اللہ تعالیٰ نے رُوحوں کو دو لاکھ برس جسموں سے پہلے پیدا فرمایا۔“

مشائخ کرام کا تصور رُوح

حضرت مخدوم سید علی ہجویری المعروف بہ اتا گنج بخش صاحب فرماتے ہیں۔ رُوح پروردگار عالم سے مخلوق ہے اسے قدیم کہنا جہالت ہے بے دین اور لحد سے قدیم کہتے ہیں اس کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ ایک شخص کی رُوح دوسرے شخص میں منتقل ہو سکتی ہے بلکہ کسی حیوان کی شکل بھی اختیار کر سکتی ہے تبت چین اور ماچین کے تمام ہندو اس پر اتفاق رائے رکھتے ہیں مسلمانوں میں ایک مختصر سا گروہ ایسا بھی ہے جو رُوح کے ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہونے میں یقین رکھتے ہیں حالانکہ یہ باطل نظریہ ہے۔ اولیاء کرام اور صوفیاء عظام اس نظریہ کے حامل ہیں کہ رُوح جو مہر ہے جب انسانی قلب سے پیوست ہوتا ہے تو حکم خداوندی سے قالب میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ رُوح اس کے جسم میں بطور امانت

رکھی گئی ہے جب وہ اُس کے جسم سے جدا ہوگی تو مرنے کے بعد زندہ رہے گی جیسا کہ خواب کی حالت میں رُوح چلی جاتی ہے اس امر کی تصدیق قرآن حکیم سے بھی ہوتی ہے۔
فرمانِ الہی ہے۔

”اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فِيمِمْسِكَ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأَخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝“

ترجمہ : خدا لوگوں کے مرنے کے وقت اُن کی رُوحیں قبض کر لیتا ہے اور جو مرے نہیں اُن کی رُوحیں سوتے میں قبض کر لیتا ہے پھر جن پر موت کا حکم کر چکا ہے اُن کو روک رکھتا ہے اور باقی رُوحوں کو ایک وقت مقرر تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں اُن کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ نیند میں رُوح نکل جاتی ہے مگر اس کا مخصوص تعلق بدن سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل ہونے نہیں پاتی جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے لیکن تعلق ویسے نہیں ٹوٹتا جیسے موت کے وقت ٹوٹتا ہے۔

قلیل علم رُوح

اس مختصر کتابچہ میں ممکنہ حد تک رُوح کی حقیقت و ماہیت اور کیفیت کے متعلق چند اساسی معلومات فراہم کرنے کی ایک حقیر سی کوشش کی گئی ہے۔ دراصل یہ ایک بڑا ہی نازک اور عمیق مسئلہ ہے اور بالآخر حکم خداوندی کے آگے اپنی مجبوری اور بے بسی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کیونکہ حکمت حق تعالیٰ یہی تھی کہ رُوح کے متعلق انسان کو بہت ہی کم علم دیا جائے جیسا کہ اس سے پہلے ایک حصہ آیت میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یعنی

” وَمَا أَنْتُمْ مِّنْ لَّعَلِمِ الْآقِلِيَّةِ ” لہذا ہمارے لیے اس وجہ سے بھی اختصار پر اکتفا کرنا ضروری ہے۔

البتہ یہ بات اطمینان بخش ہے کہ فکر و تدبیر کے دروازے ہمیشہ سے کھلے ہیں اور ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ انسانی شعور حسبِ معمول ارتقائی منازل طے کرتا رہے گا۔ اسرارِ حیات کی مزید جستجو اور نقاب کشائی کی جو تشنگی باقی رہ جائے گی۔ قادرِ مطلق آہستہ آہستہ اہل حق کے لیے اس کی تسکین کا مزید سامان فراہم کرنے کے سلسلہ میں یوں بشارت دیتے ہیں۔

” وَإِن مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنزِّلُ إِلَّا الْقَدْرَ مَعْلُومٍ ”

ترجمہ: اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم ان کو بمقدار مناسب اتارتے رہتے ہیں۔

حاصل گفتگو

بقول ایک مردِ حق آگاہ کے ”مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ“ جس نے اپنے آپ کو پہچانا۔ اُس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اپنے آپ کی پہچان اور رُوح کی پہچان لازم و ملزوم ہیں رُوح کی معرفت سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محبتِ رسولؐ کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ محبتِ رسولؐ سے یومِ آخرت پر یقین پختہ ہوتا ہے آخرت پر پختہ یقین نیک عمل پر ابھارتا ہے نیک اعمال تکمیلِ اخلاق کا باعث بنتے ہیں۔ یہی منشأ ربانی ہے اور یہی بعثتِ محمدیؐ کا مقصد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

” بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ ”

(میں صرف اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں)

اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسولؐ پاک صلعم کی محبت کے چراغ ہمارے دلوں میں روشن کر دے اور تعمیرِ کردار اور تکمیلِ اخلاق کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین

سُراغِ زندگی

زندگی کچھ اورشے ہے علم ہے کچھ اورشے
زندگی سوزِ جگر ہے علم ہے سوزِ دماغ
علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی، لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سُراغ

(علامہ اقبالؒ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ
ہر روز گزریں نقش کف پایا روکھ
اقبالے

گزار ہست و بود نہ بگمانہ وار دیکھ
کھولی ہیں ذوق دیدنے آنکھیں تیری اگر

مقام فکر

الذّٰی خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَّا تَرٰی فِی خَلْقِ الرَّحْمٰنِ
مِنَ تَفٰوُتٍ ط فَا تَرْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ه ثُمَّ اَرْجِعِ
الْبَصَرَ كَرَّتِیْنِ یَنْقَلِبُ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِاٌ وَهُوَ حَسِیْرٌ ه

فکر و تدبیر کا سلیقہ

قرآن حکیم میں مسلمانوں کو بار بار ہدایت کی گئی ہے کہ وہ مظاہر قدرت کا بغور مطالعہ کریں تبس و تہمتی
کے شوگر نہیں اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نیابت کے فرائض خوش اسلوبی سے ادا کریں قرآنی تعلیمات کے مطابق
انسانی زندگی کا مقصد بیک وقت حسنات دنیا اور حسنات آخرت کا حصول ہے یہ چیز اس وقت تک حاصل
نہیں ہو سکتی جب تک انسان صحیح خطوط پر سوچنے سمجھنے کے موزوں اور موثر طریقوں سے پوری طرح آگاہ
نہ ہو چنانچہ خالق مطلق نے غور و فکر کرنے کا جو نظام تربیت قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے اس کی چند مثالیں
پیش خدمت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سورہ ملک آیت ۴/۳ اوپر درج ہے۔ ترجمہ

اُس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے راے دیکھنے واے کیا تو خدا نے رحمن کی آفرینش میں کچھ نقص دیکھتا ہے؛ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ، مہلکتھ کو اس میں کوئی خرابی کوئی کمی یا کجی دکھائی دیتی ہے پھر دوبارہ سربارہ نظر کر تو تیری نظر بربار تیرے پاس ناکا متھک مار کر واپس لوٹ آئے گی۔

معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی اس کارگاہِ جلیلہ کے پیچھے ایک ہمہ بین اور ہمہ داں دماغ کام کر رہا ہے یہ وہی عظیم ہستی ہے جس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اس کے ان آسمانوں اور زمین کے اندر جو کچھ ہے وہ تمہارے کام میں لگا دیا ہے۔ فرمان الہی ہے۔

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین ہے سب کو اپنے حکم سے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو لوگ غور کرتے ہیں۔ ان کے لئے اس میں قدرت الہی کی نشانیاں ہیں۔

(الجاثیہ آیت ۱۳)

رب کائنات نے اپنی اتنی بڑی فیاضی کا ذکر کرتے ہوئے انسان کو اس کی غفلت کا احساس ان الفاظ میں دلایا ہے اور آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ایسی ہیں جن پر یہ غور نہیں کرتے اور بڑی ہی لاپرواہی سے ان سے منہ موڑ کر گزر جاتے ہیں۔

(سورہ یوسف آیت ۱۰۵)

پھر فرمایا کہ تخلیق کائنات اور تخلیق انسان میں فکر و تدبیر کا یہ زینہ جو انسان کو بلندیوں کی طرف لے جاتا ہے اور حضور یزدان تک پہنچاتا ہے۔ رب کویم نے یہ سب کچھ بغیر سوچے سمجھے نہیں بنایا: ”اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اس میں ہے محض کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا اس کو پوری حکمت اور منصوبہ بندی کے ساتھ حق کو پیش نظر رکھتے ہوئے پیدا کیا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

(الدخان آیت ۳۵/۳۶)

اب ان لوگوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جو اس کے ذکر و فکر میں محور رہتے ہیں اور صالح حقیقی کی مصنوعات پر گہری نظر رکھتے ہیں اور وہ مظاہرِ فطرت کے ظاہری جلوؤں میں گم نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کے نقش و نگار کو دیکھ کر محو ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اپنے پورے شعور اور عقل سلیم کے ساتھ پکار اٹھتے ہیں کہ یہ سب کچھ قادرِ مطلق نے بے کاریا بے مقصد نہیں بنایا۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا

(آیت ۱۹ آل عمران)

عموماً لوگ دنیا کی ظاہری دل کشتی اور چمک دمک سے مرعوب ہو کر اصل خفائق کی طرف توجہ نہیں دیتے ان کی اس کمزوری اور کوتاہی کی نشاندہی کرتے ہوئے خدا نے بزرگ و برتر نے فرمایا۔
 یہ خدا کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ تو یہ خدا اور اس کی باتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔ (الجاثیہ آیت ۶) اس سلسلہ میں جب ہم حضور پر نور صلعم کی اس حدیث مبارک کا مطالعہ کرتے ہیں تو قرآنی اندازِ فکر و تدبیر کی اہمیت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے، صحیفہ کائنات میں گھڑی بھر کا فکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

فکر و تدبیر اور توجہ

پروردگار عالم نے اپنی شہنشاہیت، حاکمیت اور وحدانیت کا جو دعوے کیا ہے اس کے لیے بھی دلیل یہ دی ہے کہ تمام کائنات جو ایک کھلی ہوئی کتاب ہے، اگر انسان اس کا بغور مطالعہ کرے تو اس کا ثبوت اسے خود بخود مل جائے گا یہ حقیقت ہے کہ آدمی جب فضا کے آسمانی کی پہنائیوں کو دیکھتا ہے پہاڑوں کی بلندیوں اور ان میں ستور خزانوں کو نگاہ میں لاتا ہے۔ دریاؤں اور سمندروں کی منظر افروزیوں اور ان کے افادیت پر غور کرتا ہے پھلوں پھولوں، سبزیوں اور اناج کی پیداوار کے متعلق سوچتا ہے تو قادر مطلق کی ذات صفات اور توجید کا آپس آپ قائل ہو جاتا ہے، ارباب فکر و نظر کے ساتھ عجائبات عالم کیوں کر مکمل ہوتے ہیں اس بات کا اندازہ آپ ولیم شیکسپیر کے اس قول سے لگا سکتے ہیں یعنی آپ درختوں میں زبانیں، ندی نالوں میں کتابیں اور پتھروں میں مواظظ حسہ پائیں گے۔

فکر و تدبیر اور تخلیق انسان

اللہ تعالیٰ کی خالقیت، ربوبیت اور حقانیت کو سمجھنے کے لیے جس چیز پر مزید زور دیا گیا ہے۔ وہ خود تخلیق انسان میں پوری طرح غور و خوض کرنا ہے قرآنی ہدایت ملاحظہ ہو۔ **فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ** ترجمہ: تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسے پیدا ہوا۔

(سورہ طارق آیت ۵)

ذرا خیال تو کیجئے کہ ایک حقیر سا لطفہ کیوں کر مکمل انسانی شکل اختیار کر گیا اس کی نہایت ہی پُر بیخ

مشینری کیسے کام کرنے لگ گئی اس کو حرکت میں لانے والی طاقت یعنی رُوح کہاں سے آئی۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جسم کا ہر حصہ وہی کام کرتا ہے جس کے لیے وہ مخصوص ہے آنکھ، ناک، کان، دل، دماغ، خون پھیپھڑے، معدہ، گردے، انترطیباں سب ایک خاص نظام کے تحت مصروفِ عمل ہیں۔ ظاہر ہے اس میں انسان کے مختلف اعضاء کا اتنا عمل دخل نہیں ہے جتنا خالق کائنات کی قدرتوں اور حکمتوں کا اظہار نمایاں ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی ساخت پر اگر پوری سنجیدگی سے غور کیا جائے تو یہ بیماری کا دشتوں کو ایک حقیقت پسندانہ رُخ اختیار کرنے میں بہت مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

فکر و تدبیر اور خوراک انسانی

انسانی جسم و جان کے رشتہ کو قائم رکھنے کے لیے چونکہ خوراک کا انتظام کرنا بھی ضروری تھا۔ انسان کو اپنی خوراک کی پیداوار اور اس کی فراہمی پر غور کرنے کی تلقین ان الفاظ میں کی گئی **فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ** ترجمہ: تو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے **وَعَسَىٰ آيَةٌ مِّنْ خوراک کی پیداوار اور اس کے حصول کا کام کوئی معمولی کام نہیں۔ رازق حقیقی نے ایسے تمام انتظام اور ضروری اسباب پہلے ہی فراہم کر دیئے جن کی مدد سے وہ اپنی غذا خود پیدا کرنے کے قابل ہوا۔ ذرا سوچئے تو سہی، سمندروں سے بخارات کا اٹھانا، انہیں بادلوں کی شکل دینا، ہواؤں کا انہیں اونچا اٹھانا، بارش کا برسنا اور بے آب و گیاہ زمینوں میں نئی زندگی کے آثار پیدا کرنا، یہ قدرت کے ہاتھوں کا کارنامہ ہی تو ہے جس نے نیکے کو اتنی طاقت مہیا کی کہ وہ زمین کو چیر بھاڑ کر باہر نکل آیا۔ غلے، پھل اور سبزیاں اگائیں اس طرح انسان کو زندگی کی بقا کا سامان میسر آیا۔ اہل نظر کہیں بھی ہوں انہیں مشاہدہ حق کی جھلک ضرور نظر آ جاتی ہے۔ ایک مغربی مفکر مسٹر آئن سٹائن اپنے مشاہدات و تجربات کو بیان کرتے ہیں۔**

’ وہ انسان جو کائنات پر تعجب کے لیے ٹھہرتا نہیں اور اس پر خیرہ و تقوے کی کیفیت طاری نہیں ہوتی وہ مہرچکا ہے۔ اور اس کی آنکھیں بصارت سے محروم ہو چکی ہیں: اس دانشور کی بصیرت کا یہ عالم ہے جیسے وہ مندرجہ ذیل قرآنی آیت کا ترجمانی کر رہا ہے۔ اور ہم اپنی غفلت پر حیرت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے کیوں کہ ہم نے تو کائنات میں غور و فکر کرنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ قرآنی عبارات کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں اور جو چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں ان پر نظر نہیں کی

اور اس بات کا خیال نہیں کیا کہ عجب نہیں ان کی موت کا وقت نزدیک پہنچ گیا ہو۔ تو اس کے بعد وہ اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟

(الاعراف آیت ۱۸۵)

فکر و تدبیر اور ظاہری قوت

اسلام ہمیں قوت، عزت اور عظمت دینا چاہتا ہے۔ فرمان الہی ہے وَلَا تَهْتَبُوا وَلَا تَخْزَلُوا
 أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (الصّٰحٰحٰہُ آیت ۱۳۹)
 ترجمہ: اور سست نہ ہونا اور غم نہ کرنا اگر تم مومن صادق ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔

خیال رہے کہ یہ سب چیزیں بغیر روحانی، مادی اور کائناتی علم حاصل کئے بغیر نہیں آسکتیں دینیات کے علم کے ساتھ طبیعیات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی میں ہمارے حاصل کئے بغیر ہم نیابت الہی کے فرائض کما حقہ ادا نہیں کر سکتے۔ ہمارے لئے حکم ربانی ہے

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ دَبَابٍ خِيفَ تَرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ
 اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ (سورۃ الانفال - جزوی آیت - ۶)

ترجمہ: "اور جہاں تک ہو سکے فوج کی جمعیت کے زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے مقابلے کے لئے مستعد رہو۔ تاکہ اس سے خدا کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں کے دلوں میں بیعت بٹھی رہے گی۔ ہمارے اسلاف نے اس حکم پر پوری طرح عمل کیا اس لئے وہ زمانے میں معزز اور کامیاب رہے جب سے مسلمانوں نے اس ہدایت الہی سے منہ موڑا وہ زوال پذیر ہوئے۔ تعجب کی بات ہے کہ غیر مسلم اقوام اس پالیسی پر شعوری طور پر عمل کر کے ترقی یافتہ اقوام کی صف میں شمار ہونے لگیں یہ بات خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ امریکہ کے سابق وزیر خارجہ ڈاکٹر ہنری کسنجر نے جب کہ وہ ابھی پرنسپل کی حیثیت سے ایک یونیورسٹی میں کام کرتے تھے ایک دفاعی پالیسی تیار کی جس کا نام "ڈیٹرنٹ سٹریٹیجی" رکھا گیا اور وہ اس کے خالق تصور کئے جاتے ہیں۔ ان کا فلسفہ یہ تھا کہ دفاعی قوت اتنی بڑھانی جائے کہ دشمن طاقتیں صرف اس کے خوف سے جارحیت کے ارتکاب کی جرأت نہ کر سکیں۔ بات بالکل واضح ہے کیا مسلمانوں کے لئے یہ لمحہ فکرمیہ نہیں ہے؟

اس سلسلہ میں ایک اور قرآنی حکم کے متعلق ذکر ضروری ہے۔ آیت میں لوہے کی افادیت اور قوت کو زیر بحث لایا گیا ہے اس پر غور کرنے اور اس کو استعمال میں لانے کی حکمت بیان کی گئی ہے اس میں صاف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ لوہے سے قوت حاصل کر کے بن دیکھے خدا اور اس کے رسولوں کی کون لوگ مدد کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو کھلے بندوں طاقت ور بننے کی صاف صاف الفاظ میں تلقین کی گئی ہے غور فرمائیں کہ موجودہ دور میں مغربی اقوام کی سر بلندی اور خوشحالی کا راز اسی میں ہے کہ انہوں نے قومی تعمیر کے لیے معدنیات، بجلی، پٹرول، فولاد اور دیگر قوت بخش اشیاء سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا اور اپنی قوم کو مضبوط بنانے میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے مزید برآں مغربی مفکرین اور اہل علم حضرات کے ذوق جستجو کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ کی ایک جامعہ علوم نباتات کے بڑے دروازے پر یہ روح افزاء الفاظ لکھے ہوئے ہیں

اردو ترجمہ

”اے رب کریم میری آنکھیں کھول دے تاکہ میں عجائبات تکوین کا تماشا کر سکوں۔ ان حقائق کی روشنی میں اگر اب بھی مسلمان مناسب فکر و تدبیر سے کام نہ لیں تو یہ ان کے لیے بہت بڑا المیہ ہوگا۔“

فکر و تدبیر اور باطنی ترقی

اسلام ہمیں بیک وقت مادی اور روحانی ترقی کی تعلیم دیتا ہے ہر شعبہ زندگی میں بنیادی اور ضروری بدایات فراہم کرتا ہے قرآن پاک متعدد مقامات پر انسانی قلب و ذہن کو جھنجھوٹا ہے خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے لیکن یہ ہماری کوتاہ اندیشی ہے کہ ہم عقل و فکر کو مذہبی معاملات میں بالکل بے کار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اسی عقل کو قرآن حکیم ”افلای عقلون“ اور ”افلای تدبرون“ کے تازیانے لگا لگا کر بیدار رکھنے کا اہتمام کرتا ہے۔ عقل بیدار کی پیہم دستک قلب بھی بیدار ہو جاتا ہے۔

مولانا روم نے صوفی کی واردات کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس طرح ایک شکاری جب ہرن کے شکار کے لیے نکلتا ہے تو سب سے پہلے ہرن کے قدموں کے نشانات اس کی رہبری کرتے ہیں اسی طرح جب وہ چلتے چلتے ہرن کے قریب پہنچ جاتا ہے تو ناف کی خوشبو اس کی راہنمائی کرنے لگتی ہے ایک

صوفی بھی مظاہر کائنات کے مطالعے سے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں معلوم کرنے کرتے رہتے رہتے ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے قرب کو اپنے جذبات اور احساسات میں محسوس کرنے لگتا ہے یہی تحقیق اس کے قلب کی تربیت کچھ اس انداز سے کرتی ہے کہ بالآخر اس کے اندر معرفت الہی کا داعیہ بیدار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ طالب اپنے مطلوب کو پالینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

فکر و تدبیر اور علامہ اقبالؒ

حکیم الامت شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے قوم کی فکری تربیت میں بہت ہی اہم رول ادا کیا ہے انہوں نے سوچ کے دھاروں کی صحیح سمت متعین کرنے میں بڑی مدد دی ہے۔ غور و فکر کرنے کی عادت کو اسلامی تعلیمات کے تابع رکھنے کی پرزور تلقین کی ہے عالم فطرت کو حقیقت قرار دے کر اس کی تسخیر اور اس پر غلبے نے انسان کے اندر ایک تازہ لہقین اور فضیلت کا ایک نیا احساس پیدا کر دیا ہے۔ ان کے خیال میں جب دراک قلبی اور انکشافات خارجی میں ایک ارتباط پیدا کیا جائے تو یہ قلب انسانی ہی ہے جو مادیاتی قوتوں سے برتر روحانی قوتوں یا حقیقت مطلقہ کے ساتھ اتصال کا باعث بن سکتا ہے۔

جہاں تک خالصتاً مادی نقطہ نگاہ سے کائنات میں فکر و تدبیر کرنے کا تعلق ہے اس میں اگر معاشرتی اور اخلاقی اقدار کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے تو اس کے خطرناک منفی نتائج برآمد ہوں گے غلط سوچ اور غلط استعمال سے ایسی قوتیں جو بنی نوع انسان کے لیے بہتر اور مفید ثابت ہو سکتی تھیں، پہلے بھی ان کے بد اثرات سامنے آچکے ہیں اور آئندہ بھی آنے کی توقع کی جاسکتی ہے اسی قسم کی ہونہاری اور سفاکی کی ایک جھلک دینے، ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی میں بھی دکھی ہے مزید تلخ تجربات بچنے کے لیے حضرت علامہ اقبالؒ تمام اہل عالم کو مثبت سوچ کا طریقہ اور اس میں جائز آزادی کی حدود کی نشاندہی ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

رکھتے نہیں جو فکر و تدبیر کا سلیقہ

انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی

ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار

نتائج فکر و تدبیر

اگر ہم فکر و تدبیر کے قرآنی اسلوب کو پیش نظر رکھیں اور سوچ و بچار کی صحیح سمت کا سراغ لگالیں تو یہ ہمارے

لئے خوش بختی اور کامیابی کا باعث ہوگا۔ اسلام کسی بات کو بغیر حجت و دلیل کے ماننے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ بار بار فکر و تدبیر کی دعوت دیتا ہے تاکہ آدمی حق فاسق، صحیح اور غلط اور خیر و شر میں پورے شعور اور بصیرت کے ساتھ تمیز کرے۔ دنیا کے ظلمت کدہ میں اُجالا پھیلانے اور فرمان الہی کے مطابق دین اسلام کو دوسرے ادیان عالم پر غالب کرنے کے لیے کوشاں رہے۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انہوں نے ہر شعبہ زندگی میں بنی نوع انسان کی بطریق احسن اور عملاً راہنمائی فرمائی۔ لہذا ہمارے لیے لازمی ہے کہ ہم بھی زندگی کے مختلف شعبوں میں ہم آہنگی پیدا کریں توجید کو اپنی سوچ کا محور و مرکز بنائیں اور قرآن کی پکار پر لبیک کہیں۔ فرمان ربانی ہے۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

ترجمہ : (کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہوں۔

(سورۃ محمد آیت ۲۴)

دُعا کریں، غفلت اور جہالت کے جو تالے ہمارے دلوں پر لگ چکے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں کھول دے۔ قرآن پاک پڑھنے کی توفیق دے۔ اسے سمجھنے کے لئے بصیرت عطا فرمائے۔ اس پر عمل کرنے کے لیے ہمت اور استقامت بخشنے۔

(آمِنٌ تَمَّ آمِنٌ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دگریری ، اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری
 اقبالؒ

مقام فقر

حقیقت فقر

مردانِ حق آگاہ کے نزدیک فقر کا مقام بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اس کی
 فضیلت و اہمیت کو سمجھنا تکمیل ذات اور اصل مقصد حیات کے حصول کے لیے اشد
 ضروری ہے۔

خیال رہے صوفیاء کا فقر اسلامی فقر ہے۔ یہ رہبانیت ، عیسائیت اور بدھ مت
 سے بالکل مختلف ہے۔ یہ ترک دنیا کی ہرگز تعلیم نہیں دیتا اور نہ ہی رہبانیت کی تلقین کرتا ہے۔
 یہ فقر دین کی حفاظت اور قوتِ ایمان حاصل کرنے کے لیے ہے، غیر متر لزل یقین عطا کرتا
 ہے، نیک عمل کرنے پر اکساتا ہے، سالک کو سخت کوشی و شعلہ نوشی پر آمادہ کرتا ہے۔
 روشن ضمیری میں اضافہ کرنے کا موجب بنتا ہے۔ خود شناسی اور خدا شناسی میں مدد دیتا ہے
 غیر اللہ کی غلامی سے نجات دلاتا ہے۔

سہرِ شبہ فقر

فقر کی ابتداء اور اس کے پس منظر کو جاننے کے لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم تعلیمات
 قرآن حکیم، سیرتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، صوفیاء عظام اور اہل علم

حضرات کی حیات و اقوال سے راہنمائی حاصل کریں۔

قرآن مجید کی سُورۃ بقرہ آیت ۲۷۳ کے آغاز ہی میں لفظ ”فقر“ کا استعمال ایسے لوگوں کی نشاندہی کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں لگے ہوئے ہیں اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے اس میں ان کی خودداری اور بے نیازی کی جھلک موجود ہے دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ“

اس کے عمومی مفہوم کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو اس کا مرکزی خیال بھی قریب قریب وہی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ”الفقر فخری“ فقر میرے لیے باعثِ فخر ہے۔ حضرت شیخ سید علی ہجویری داتا گنج بخش نے اپنی تصنیف کشف المحجوب میں حضرت جنید بغدادی کا ایک قول نقل کیا ہے۔ ”صوفیاء کے نزدیک فقر کا اعلیٰ ترین مقام ذاتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتا ہے“ شیخ المشائخ ابوالقاسم جنید بن محمد الجنید نے فرمایا۔ ”کہ فقر قلب کو جملہ اشکال سے خالی کرنے کا نام ہے۔“

علامہ اقبال اور فقر

فقر کی عظمت و فضیلت، اس کے کمالات و اوصاف کو سمجھنے کے لیے حکیم الامت علامہ محمد اقبال کے کلام سے قابلِ تحسین حد تک راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ان کے نزدیک فقر ایک قلبی صفت، دلی کیفیت اور غنائے نفس کا نام ہے۔ علامہ موصوف کے اقوال کے مطابق جو فقر مسکینی و دلگیری، ذلت و نکبت، غلامی و محکومی کا باعث بنے وہ فقر درکار نہیں بلکہ ایسے فقر کی طلب کرنی چاہیے جس میں مُشتِ خاک سے کیمیا پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہو اور ایک خاکِ انسان کو بوائے اسدِ الہی، خوائے کلیمِ الہی، اعجازِ میحانہ اور اطوارِ کریمانہ سے سرفراز کر دے۔

حقیقی تصور فقر

اس مختصر تحقیق کے نتیجے میں فقر کا جو تصور ابھر کر سامنے آتا ہے وہ کچھ اس قسم

کا ہے۔

”اللہ تعالیٰ جل شانہ“ کی ذات کے سوا تمام چیزوں سے دل کو فارغ رکھیں، ہمیشہ اسی قادر مطلق کو اپنا دوست بنائیں۔ اس کے سوا کسی کو اپنا مددگار اور کارساز نہ سمجھیں۔ رب کریم کی نعمتوں سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کی خیر خواہی اور بھلائی کو بھی مد نظر رکھیں۔ شکر و ثنا اور صبر کرنے والوں میں شامل رہیں، غنی اس درجہ ہوں کہ اگر آپ کے فقر کے ترازو کے پلٹے میں دونوں جہاں ڈال دیئے جائیں تو مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہو سکیں۔“

یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اکثر و بیشتر اولیاء کرام اور صوفیائے عظام حضرت گنج بخش علی ہجویریؒ، حضرت خواجہ غریب نوازؒ، حضرت قطب الدین خجیاریؒ، حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ، اور حضرت امام برہنہؒ ایسے ہو گئے ہیں جن کا شمار جمید علماء دین، مفسرین، محدثین اور مفکرین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے بھی فقر کی اہمیت اور افادیت کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے مسلسل کوشش کی اور بالفعل اپنی عملی زندگی میں اس کی شہادت پیش کی اور متعدد گرانقدر تصانیف سے علمی سرمایہ میں بیش بہا اضافہ کیا۔

حفاظت فقر

اصحاب فقر کے لیے فقر کی کھیتی کی حفاظت کرنا اسی طرح ضروری ہے جیسے ایک کاشت کار اپنے کھیت کو ضرر رساں اثرات سے بچانے کے لیے ہر وقت چوکس رہتا ہے اور ہر مرحلہ پر اس کی نشوونما کی مناسب نگہداشت کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حق و باطل میں ہمیشہ سے کش مکش چلی آرہی ہے۔ مگر موجودہ دور میں اس میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مادہ پرستانہ افکار کے علم برداروں اور فکر ملوکانہ کے پرستاروں نے عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ کی فراوانی اور وسائل رسل و رسائل میں آسانی سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت حق اور باطل کو آپس میں اس طور سے گڈمڈ کر دیا جاتا ہے کہ لوگ اصل حقیقت کو سمجھنے سے بالکل قاصر ہو جاتے ہیں۔ غیر اخلاقی

اور غیر انسانی اقدار و نظریات کی تشہیر اس انداز سے کی جاتی ہے جس سے لوگوں کے دلوں کے اندر شکوک و شبہات کے سیلاب کی سی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور اس طرح ان کے مسلمہ اصول اور صدقہ عقائد سیلاب کی طوفانی لہروں کی نظر ہو جاتے ہیں۔ صحیح سوچ کو مفلوج کر کے ان کو متاع یقین سے محروم کر دیا جاتا ہے جن مقدس ہستیوں کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ انہوں نے ہر دور میں طاغوتی قوتوں کے مذموم عزائم کو ناکام بنانے کے لیے حتی المقدور جدوجہد کی۔ اگرچہ یہ کوششیں اب بھی جاری ہیں لیکن موجودہ حالات و واقعات کی سنگینی کا زبردست تقاضا ہے کہ ان کوششوں میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے۔

خُدّام الفقراء

انجمن خُدّام الفقراء کے مقاصد میں سے ایک اساسی مقصد یہ بھی ہے کہ قرآنی تعلیمات کو عام کیا جائے، مسلمانوں کے دلوں میں قرآن خوانی اور قرآن فہمی کا شوق پیدا کیا جائے زندہ خدا کے زندہ کلام کو زندہ طریقے سے زندہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ تا آنکہ اصول توحید، اتباع رسول اور آخرت پر مضبوط یقین، ان کو نیک عمل کرنے کے لیے قوت محرکہ فراہم کرے اور فقر غیور سے لیس ہو کر وہ مخالف قوتوں کو نیچا دکھانے کے قابل ہو سکیں۔ آخر میں اس ناچیز کی دلی دعا ہے۔

” اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار “

اقبالؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا
فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش
کرتے رہو اور اس کے رستے میں جہاد کرو تاکہ رستگاری پاؤ۔

مقام تصوف

اسلامی نظریہ تصوف

تصوف کی غرض و غایت ہمیشہ سے قرب ذات الہی کا حصول رہی ہے۔ راہ تصوف
یاراہ سلوک دراصل اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے نزدیک تصفیہ قلب اور تزکیہ
نفس کا ایک مخصوص طریقہ رہا ہے اس طور پر عبادات، ریاضات اور مجاہدات میں مشغول
ہونے سے قلب نہ صرف کمزورتوں اور آلائشوں سے پاک ہوتا ہے بلکہ حق تعالیٰ کی
پسحی فرمانبرداری اور رسول اکرم صلیعہ کی کلی اطاعت کا جذبہ اور شوق سالک کے دل میں
جاگزیں ہو جاتا ہے۔ استغنا، توکل، فقر و قناعت، ذکر و فکر اور ایثار جیسے اوصاف
صوفی کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں، عبد اور معبود کے درمیان جو پردے حائل ہوتے
ہیں، آہستہ آہستہ سب اٹھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ روح انسانی اپنے کمال تک
پہنچ جاتی ہے۔

تصوف اور باطنی اشغال

اگرچہ صوفی باطنی اشغال میں اس لیے مشغول ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکام کی پوری طرح

اطاعت کرے: تاہم وہ ذات باری تعالیٰ کو عقل کے ذریعے جاننے پر اکتفا نہیں کرتا۔ وہ تو خدا کو اپنے اندر محسوس کرنا چاہتا ہے۔ وہ چشم دل سے اُسے دیکھنا چاہتا ہے وہ اس کے ساتھ ہمیشہ ربط و ضبط کا خواہشمند رہتا ہے اور اس کے قرب کا سد طلب گار ہے سالک چونکہ نور حقیقت کی روشنی سے دیکھتا ہے اس لئے اس کی سوچ بھی نورانی ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں جو واردات اس کے قلب پر وارد ہوتی ہے اور جو لذت وہ محسوس کرتا ہے اسے الفاظ کا جامہ پہنانا ممکن نہیں۔

البتہ اس پر کیفیت کی ہلکی سی جھلک علامہ اقبالؒ کے مندرجہ ذیل شعر میں پائی جاتی ہے۔

شوق میری لے میں ہے شوق میری نے میں
نغمہ اللہ ہو میرے رگ و پے میں ہے۔

اسلامی تصوف کی بنیاد

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تصوف کی بنیاد قرآن پاک کی تعلیمات احادیث نبویؐ، سیرت رسول پاک صلعم، صحابہ کرام کی پاک زندگیوں تابعین و تبع تابعین کی پاکیزہ مثالوں اور صالحین کے صالح کردار اور ان کی زندگی کے عملی نمونوں پر استوار ہے۔ صوفیئے کرام کی مستند تواریح و سوانح جہاں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کسی سچے صوفی نے کبھی حدود شریعہ سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی ترک دینا ترک اسباب ترک عمل کو اپنا شعار بنایا۔ بلکہ معاشرتی میل جول کو اس حد تک قائم رکھا جس سے فرض تبلیغ اور خدمت خلق کی ذمہ داری بطریق احسن نبھائی جاسکے اس سلسلہ میں قرآن حکیم یوں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔

وَاطِيعَ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

ترجمہ: اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔

اس ارشاد ربانی سے نہ صرف ایک ہمہ گیر اسلامی اصول کی نشاندہی ہوتی ہے بلکہ اس کی رحمت کے دروازے کھلنے کی کلید کا بھی پتہ چلتا ہے۔

تصوف اور عشق رسول صلعم

تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اولیائے کرام اور صوفیائے

عظما کے فکر و فلسفہ کا محور و مرکز اور ان کی تعلیم و تلقین و ترغیب کا سب سے بڑا بدن لوگوں کے دلوں میں جذبہ عشق رسول کو راسخ کرنا تھا، اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ محبت الہی اور محبت رسول کی اتہائی کیفیت کا نام عشق ہے۔ دینائے تصوف میں عشق کو بڑی اہمیت حاصل سے علامہ اقبال فرماتے ہیں

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامان اوست

بمرو بر در گوشہ دامن اوست

راہ تصوف میں روحانی ارتقاء کے مدارج و منازل اور سلوک کی راہیں کا میابانی سے طے کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سالک عشق الہی اور محبت رسول سے سرشار ہو اور ہر قسم کے حرص ہو اور جملہ عیوب سے پاک ہو۔

آغاز اصطلاح تصوف

جناب رسول پاک صلعم کے زمانے میں نہ کسی کو صوفی، نہ عالم، نہ حافظ، نہ قاری، نہ فقیہ، نہ محدث نہ مفسر کہا جاتا تھا۔ البتہ سب سے بڑا وصف صحابی ہونا ہی سمجھا جاتا تھا اس کے بعد تابعی اور پھر تبع تابعین ہونا باعث شرف تھا۔ پہلی صدی ہجری تک تصوف کا اصطلاحی مسلک واضح اور متعین نہیں ہوا تھا البتہ دوسری صدی ہجری میں اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع تر ہونا چلا گیا۔ جیسے جیسے حالات بدلتے رہے تقسیم عمل کی بھی ضرورت پیش آئی۔ حکمرانوں نے نظم و نسق سنبھال لیا اور اہل علم اور ارباب تقویٰ نے روحانی اور اخلاقی تربیت کو اپنے ذمے لے لیا۔ ابتدا میں ان کے درمیان زیادہ بعد نہ تھا لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے بھی دونوں طبقات عجمی خیالات و افکار کی زد سے نہ بچ سکے۔ یہیں سے لفظ تصوف اور صوفی کی ابتدا ہوئی۔ غالب خیال یہی ہے کہ یہ الفاظ، لفظ صفا سے مشتق ہیں اور ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر لفظ صوفی اور لفظ تصوف کو استعمال میں لایا گیا۔ خیال ہے کہ اسلامی راہ تصوف کا تعلق نہ تو تخیلی سوئی سے ہے اور نہ ہی فلسفہ سے اسلامی تعلیمات کی رو سے اسے راہ سلوک کہنا زیادہ بہتر ہے۔

علم تصوف اور پہلا صوفی

جابر بن جیان کی تحقیق کے مطابق پہلا صوفی عثمان بن شاکر کوفی تھا پھر ان کے ہم عصر ابراہیم بن

ادھم تھے۔ ہمزین ایران میں سب سے پہلے عبداللہ بن المبارک کا نام آتا ہے جب خلفائے جمہیریہ کے دور میں بغداد تصوف کا مرکز بنا تو یہاں پر ہندوستانی، یونانی، ایرانی، عربی اور عجمی نظریات کو ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے کا بے روک ٹوک موقع ملا تو پھر لفظ تصوف محض اصطلاح زرہی بلکہ اس نے علم کی ایک باقاعدہ اہم شاخ کا روپ دھار لیا اس امر کی تصدیق یوں بھی ہوتی ہے کہ لندن کی سب سے بڑی لائبریری برٹش میوزیم میں نظام تصوف پر وسیع لٹریچر موجود ہے۔

تصوف اور خالقہی نظام

شروع شروع میں اسلامی نظام تصوف اور خالقہی نظام تہذیب میں کوئی فرق نہ تھا۔ ازاں بعد جب فتوحات اسلامیہ نے وسعت اختیار کی تو مسلمانوں کو غیر مسلم قوموں سے ملنے جلنے اور ان کے ساتھ رہنے سہنے کا اتفاق ہوا جن کی شناخت اور ثقافت الگ تھی۔ تہذیب اور اصول جدا گانہ تھے۔ نئے نئے مذاہب اور نئے نئے عقائد سے دوچار ہونا پڑا اس طرح غیر اسلامی عقائد اور نظریات نے مسلمانوں کی روزمرہ زندگی پر آہستہ آہستہ اثر انداز ہونا شروع کر دیا جس سے ترک دنیا کے رجحان کو فروغ ملا۔ ملت اسلامیہ کو اس خیال سے بہت ضعف پہنچا۔

تصوف اور راہبانہ طرز فکر

پہلے پہل عیسائی راہبوں کی طرز زندگی اور اس وقت کے لوگوں کے مزاج اور ماحول کے مطابق راہبانہ فکری انداز کو بہت عروج حاصل ہوا ایک عرصہ گزرنے کے بعد عیسائی راہبوں کی تقلید میں سب سے پہلے شام میں چند صوفیوں نے بھی خلوت خالوں کے طور پر خالقہی تہذیب میں ایسی جگہوں پر عبادت، ریاضت، ذکر و فکر اور رشد و ہدایت جیسے مشاغل بہاری رہے کسی حد تک ان کے تقدس کو برقرار رکھنے کی کوششیں بھی کی گئیں۔ بعد میں جب اسلامی تعلیم کے نقوش دھندے پڑنے لگے اور عالم اسلام سیاسی و تہذیبی انحطاط کا شکار ہو گیا تو یہود و انصار نے نہایت ہی چابکدستی سے کام لیا اور خفیہ طور پر جعلی اور مصنوعی قسم کے روحانی ادارے قائم کرانے میں کامیاب ہو گئے ان کی جڑوں کو مضبوط کرنے والے ہمارے ہی کچھ مسلمان بھائی تھے جو ہوس زر اور دنیاوی جادو و حمت

کے نیکار ہو کر غیر ملکی حکمرانوں کی سیاسی مصلحتوں کے آلہ کار بنے اور عوام کو گمراہی کی غار میں دھکیلتے رہے یہ حقیقت ہے کہ اب بھی کہیں کہیں ایسے آثار پائے جاتے ہیں جس قوم کو بے عملی کی راہ دکھائی جا رہی ہے مردانِ حق آگاہ اور علمائے دین کا فرض ہے کہ اس مقدس نظام کو ہر قسم کی آلائشوں اور آلودگیوں سے پاک صاف رکھنے کے لیے اپنی اصلاحی کوششیں جاری رکھیں۔

تصوف اور اقوال صوفیائے عظام

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں، علم شریعت اور علم طریقت دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کیے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہے پیروی سنت کرتے رہو اور راہِ بدعت اختیار نہ کرو اطاعت کرو اور دائرہ اطاعت سے باہر نہ ہو۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں ارشاد فرماتے ہیں اس تصوف کو جس کا نصب العین شعائرِ اسلام میں مخلصانہ استقامت پیدا کرنا ہو، عینِ اسلام جانا ہوں۔

حضرت رابعیؒ نے دنیا میں تصوف میں حبِ الہی کی ایک بے مثال تشریح کی ہے اور مناجات کی شکل میں رب کریم سے التجا کی اگر میں تیری عبادت جہنم کے ڈر سے کرتی ہوں تو تو مجھے نار جہنم کا لقمہ بنا دے اگر میں تیری عبادت جنت کے لالچ میں کرتی ہوں تو تو مجھے اس سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دے اور اگر میں صرف تجھے تیری ذات سے تیرے لیے محبت کرتی ہوں تو اے میرے مولا مجھے اپنے جمالی ازلی سے محروم نہ کیجیو۔

حضرت حسن بصریؒ نے زہد کے بارے میں فرمایا، جو دنیا میں اس طرح رہا کہ اس سے بغض اور نفرت رکھتا رہا وہ خود بھی کامیاب ہوا اور اس نے دنیا کو بھی سعادت عطا کی جو دنیا میں اس طرح رہا کہ اس کی محبت میں مست اور بے خود ہو گیا اس نے اپنے تئیں بھی نقصان پہنچایا اور دنیا کے کام بھی نہ آیا۔

حضرت نظام الدین اولیاء کا قول ہے، ترک دنیا کے معنی نہیں کہ کوئی اپنے آپ کو ننگا کرے اور لنگوٹ باندھ کر بیٹھ جائے بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ لباس بھی پہنے اور کھائے بھی اور حلال کی جو چیز پہنچے اسے روارکھے لیکن اس کے جمع کرنے کی طرف رغبت نہ کرے اور دل کو اس نہ لگائے۔

تقصیر کلام یہ ہے کہ انسان اگر اپنی ذات کی تکمیل چاہتا ہے تو محض اس دنیا کی رنگینوں میں ہی نہ
 کھوجائے بلکہ اس کی دلی وابستگی اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہونی چاہیے اور رسول پاک کی پیروی کرنے
 کے لیے ہمہ وقت آمادہ اور خوش دلی کا اظہار کرے بقول علامہ اقبالؒ

مستام خویش اگر خواہی دریں دیر
 بحق دل بندہ راہ مصطفیٰ رو

تصوف اور مغربی فکر

جادو وہ جو سہر چڑھ کر بولے، اب میں آپ کو ایک مشہور مغربی مفکر پر ویسٹ پریچ اے گے کے خیالات
 پیش کرتا ہوں جن کا ذکر اس نے اپنی کتاب "اسلامک کلچر صفحہ ۲۶۵" میں کیا ہے۔ بیان بالکل واضح ہے
 تبصرے کی ضرورت نہیں۔

"تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن باایں ہمہ
 وہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا اور اس کو
 اتنی قوت و توانائی بخش دیتا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی

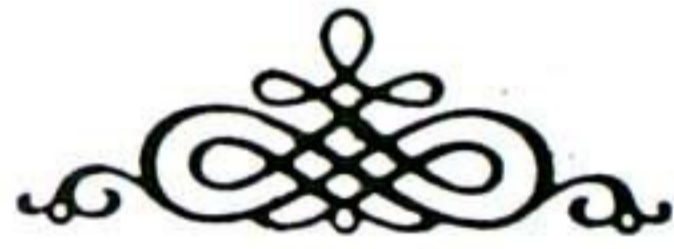
تصوف اور نتائج فکر

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عالم اسلام بارہا سیاسی تیزرات سے دوچار ہوا۔ اس کا مذہبی اور روحانی
 نظام انحطاط کا شکار ضرور رہا۔ مگر اس میں زندگی کے آثار ہمیشہ برقرار رہے اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ اولیائے
 کرام اور صوفیائے عظام نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں اور روحانی تربیت سے مسلمانوں کے دلوں میں چراغ مصطفیٰ
 کو روشن رکھا۔ آج بھی صدیاں گزر جانے کے بعد جب بڑی بڑی سلطنتیں مٹ گئیں اور بڑے بڑے
 ناموسلاطین کے نام و نشان نہ رہے۔ اب بھی ان مردانِ حق کا نام زندہ و پائندہ ہے ان کا فیض عام
 جاری ہے اور فیض رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔

در اصل اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر نظام تصوف کا جزو و کبیر ہے یہ ذکر کثیر وہ اکیس ہے جس سے انسان نہ صرف
 خود شناس ہو جاتا ہے بلکہ اسے معرفت الہی بھی حاصل ہو جاتی ہے جو حق تعالیٰ سے شدید محبت کا

نشان ہے۔ بندہ مومن کا یہ امتیاز اُس کے اعمال میں خلوص پیدا کرتا ہے جس کی وجہ اس کا ہر کام صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ خدا سے قریب ترین ہونے کا یہ موثر ترین ذریعہ ہے۔

عاجزانه دعا ہے کہ رب کریم!
اس شمع تصوف کو فروزاں رکھنے کے لیے ہمارے سینوں کو اپنے نور اور محبت رسولؐ سے
معمول کر دے، آمین



دل میں ہو سوزِ محبت کا وہ چھوٹا سا شر
نور سے جس کے ملے رازِ حقیقت کی خبر
شاہدِ قدرت کا اینہ ہو دل میرا نہ ہو
سر میں جڑِ سمدی النساءِ فی سودانہ ہو



دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ سے صبح و شام --- پیدا کر
خدا اگر دل فطرت شناس دے تجھ کو
سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر
مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

علامہ اقبالؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدًا وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق - عشق نہ ہو تو شرع و دین تنکدہ تصورات

مقام عشق

تصور عشق

عام طور پر جب عشق کا ذکر آتا ہے تو فوراً ہی ہمارے ذہنوں میں محبت کے بے پایاں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کا تصور ابھرتا ہے بات دراصل یہ ہے کہ محبت جب شدید اور قوی تر ہو جاتی ہے تو اسے عشق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ قرآن پاک اور حدیث مبارکہ میں عشق کی اصطلاح کہیں بھی موجود نہیں۔ البتہ عشق کے مفہوم میں وسعت اور جامعیت کے حوالے سے یہ لفظ تصون اور ادبیات میں بکثرت استعمال ہوا ہے، وجہ صاف ظاہر ہے وہ یہ کہ اس لفظ کے پس منظر میں جو حقیقی روح کا رہنا ہے اس کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے اور سمجھانے میں بھی دقت محسوس نہیں ہوتی

تعریف عشق

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں، قرآن مجید میں عشق کو شرط محبت سے تعبیر کیا گیا ہے حضرت امام غزالی نے عشق و محبت کی اس طرح تعریف کی ہے کہ محبت طبیعت کا میلان ہے ایسی شے کی طرف جس سے لذت حاصل ہوتی ہے، اگر یہ میلان طبیعت پختہ اور قوی تر ہو جائے تو اسے عشق کہتے ہیں۔

حضرت علامہ اقبال نے اسی جذبہ عشق کو "مرشد اولیٰ" کہا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس لفظ میں جو

حکمت ہے۔ پرواز ہے۔ ان کی دور رس نگاہ سے اوجھل زرہ سکا۔ اس جذبہ عشق کی حقیقت ان پر پوری طرح واضح ہو چکی تھی عشق کی بے پناہ توانائیوں اور اس میں مخفی قوت محرکہ کا انکو پورا پورا احساس تھا۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ عشق کو "مرشد اولیں" تسلیم کر لینے سے ہی ظاہری اور باطنی تطہیر ممکن ہو سکتی ہے اور اس کے گرمیوں سے مستفید ہوا جاسکتا ہے۔ اسی لئے انہوں نے دولوک الفاظ میں فرمایا۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں عیسے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دین بندہ تصوات

پرواز عشق

علامہ موصون کو اس حقیقت کا ادراک اس وقت ہوا جب کہ ان کا شعور نچنگی کی حدود میں داخل ہو چکا تھا۔ جیسا کہ آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ فکر و فلسفہ کی غرض و غایت ہی حقائق کی تلاش ہے چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے مختلف ذرائع سے تحقیق و جستجو کے اس کام کے لیے ساہا سال تک اپنی جدوجہد جاری رکھی قرآن اور حدیث کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ صوفیاء اور مذہبی مفکرین سے استفادہ کیا۔ مشرق اور مغرب کے فلسفیانہ افکار کی چھان بھٹک کی۔ ماہرین نفسیات کے تجربوں اور تجزیوں سے فائدہ اٹھایا۔ سائنسی اور ٹیکنیکی انکشافات کی روشنی میں نئی سوچ کی نئی راہوں کو متبعین کیا۔ اور یوں اس نتیجہ پر پہنچے کہ اصل حقیقت کا ادراک و جہان اور ایمان کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ محض عقل کے ذریعے سے نہیں عقل کو انہوں نے "چراغ راہ" کی حد تک تو تسلیم کیا ہے۔ لیکن منزل مراد کی انتہائی بلندیوں تک پوری کامیابی کے ساتھ رسائی حاصل کرنے کے لیے ان کا اس بات پر پختہ یقین تھا کہ "مطلوبہ طاقت پرواز" کی ضرورت کو عشق کے پر لگا کر ہی پورا کیا جاسکتا ہے

نمئے عشق

انسانی فطرت کا یہ ایک مستقل خاصہ ہے جس کی وجہ سے انسان چاہتا ہے کہ وہ کسی ایسی محبوب ہستی سے محبت کرے جس میں تمام صفاتِ سنہ بدرجہ کمال موجود ہوں۔ پس اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ بر آدمی کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف سے چھوٹی ہوئی روح میں ایک روحِ رواں موجود

ہے۔ دراصل یہ خدا کے جمال کا ایک ہلکا سا عکس ہے۔ روح کی طلب یہ ہے کہ وہ جمال حقیقی کی جستجو کرے اپنے دل میں خدا کا جمال زیادہ سے زیادہ بسانا چلا جائے جب آہستہ آہستہ یہ طلب ایک شدید خواہش کی شکل اختیار کر لیتی ہے تو یہی جذبہ پھر محبت کا روپ اختیار کر لیتا ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ انسان اپنے محبوب کے ساتھ شدید محبت یا عشق کرنے لگتا ہے۔ یہاں یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ تمام اچھی صفات و کمالات کا مرکز و محور چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لیے محبت کرنے کے لائق اگر کوئی ہے تو وہ صرف اللہ وحدہ لا شریک کی ہستی ہی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا شَدُّ حُبِّ اللَّهِ : البقرہ، ترجمہ : ایمان والے اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں۔

ہے عشق

عشق و محبت کی انتہائی منزل تک پہنچنے کے لیے کامیاب وسیلہ کی نشاندہی خود رب العزت نے یوں کی ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

ترجمہ : اے رسول! تو فرما دے۔ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری پیروی کرو (اس طرح اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ رآل عمران)

معلوم ہوا کہ شدہ لولاک اور صاحب معراج سے عشق و محبت ہی عشق الہی کی کسوٹی ہے مندرجہ بالا آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر تم یہ دعوے کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے رسول کا اتباع کامل اختیار کرو جب تم ایسا کر لو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ علامہ اقبال اس کی یوں وضاحت فرماتے ہیں۔

بمصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ اوند رسیدی تمام بولہبی سستی

تکمیل عشق

فکر اقبال کی روشنی میں عشق کی تکمیل پانچ عناصر سے ہوتی ہے جس میں یقین، حضورِ نبی، اخلاص، عمل اور فقر شامل ہیں۔ تارِ سخن میں تو بے شمار ایسی پاکیزہ بستیوں کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے عشق کی وادی میں قدم رکھا اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ اس وقت چند ایسی ممتاز شخصیتوں کا ذکر کرنا ہے جانے ہوگا جن میں مطلوبہ جملہ اوصاف پائے گئے مگر ان میں سے ہر ایک کی ایک انفرادی خوبی خاص طور پر ان کی شخصیت کی پہچان کا نشان بن گئی۔ مثال کے طور پر عرض ہے۔

”منظر یقین“

حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت، وحدانیت، خالقیت اور ربوبیت پر پختہ یقین تھا یہی وجہ تھی کہ جب ان کو کئی کٹھن آزمائشوں سے گزرنا پڑا تو ان کے پائے استقامت میں کہیں بھی لغزش نہ آئی۔ تعلق باللہ اور رضی اللہ عنہ کی شدید خواہش نے جب عشق کی صورت اختیار کر لی تو ان کے اندر اس قدر یقین پیدا ہوا کہ مردود نے حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کو جس آگ میں جلانے کا بندوبست کیا تھا، وہی آگ ان کے لیے گلزار میں تبدیل ہو گئی اس طرح یہ مرد آزمائش، مرد یقین اور منظر یقین کی شکل میں سامنے آیا۔

منظر حضورِ نبی

سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ حضورِ نبی کیا ہے، لغوی اعتبار سے اس کے معنی تو قربت نزدیک، موجودگی اور حاضری کے ہیں تصوف کی اصطلاح میں عشق کو حسن کا ایسا قرب حاصل ہوتا ہے جو کسی اور شے کو میر نہیں بقول حضرت علامہ اقبال اگر حسن جلوہ ہے تو عشق اس کا پر تو حسن تصویر ہے تو عشق اس کی حیرانی، دراصل حسن و عشق کی یہ غیر مرئی قربت ہی حضورِ نبی کی علامت ہے چنانچہ دامن مصطفیٰ صلعم سے وابستہ ہونے کے بعد جو آتش عشق حضرت بلال حبشیؓ کو نصیب ہوئی وہ منظر حضورِ نبی کی لازوال مثال کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے نہایت ہی دلنشین انداز میں اسے یوں بیان فرمایا ہے

ادائے دید سرِ پانیا ز تھی تیری سے
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری سے

اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

منظہر عمل

حضرت اویس قرنی ان برگزیدہ دارفتگانِ محبت میں سے تھے جن کی تخلیق ہی عشق و محبت کے خمیر سے ہوئی تھی اگرچہ وہ دیدارِ جمالِ نبوی سے محروم رہے مگر شمعِ رسالت کے پروانوں میں سے تھے۔ عملی اعتبار سے اطاعتِ رسول اللہ اور تعظیمِ شریعت کی وہ مثالِ قائم کی جس کی نظیر پوری تاریخِ انسانی میں نہیں ملتی۔ ان کے پیش کردہ طرزِ عمل کی وجہ سے ان کی شخصیت رہتی دنیا تک قابلِ رشک اور قابلِ تقلید رہے گی۔ اور ان کے مظہرِ عمل کا یہ لازوال نمونہ نقشِ کالجِ بن کر ہمیشہ قائم رہے گا

منظہرِ اخلاص

حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں واقعہ کربلا اس بات کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ امام عالی مقام کو نہ تو اقتدار کی خواہش تھی اور نہ ہی زور و جواہر کی تمنا۔ اس پیکرِ اخلاص نے حق کی سر بلندی کے لئے تلواروں کے سائے میں نمازِ عشق ادا کرتے ہوئے سر کٹوانا قبول کر لیا لیکن باطل قوتوں کے سامنے سر جھکانے پر آمادہ ہوئے اور یوں اپنی طاعت میں قربِ الہی کی دھن اور قصدِ رضائے الہی پر قائم رہتے تاریخ شاہد ہے کہ وہ حقیقتاً مظہرِ اخلاص تھے۔ اس طرح مظہرِ اخلاص ہونے کی بہترین مثال پیش کی۔

منظہرِ فقر

حقیقت فقر یہ ہے کہ دل سے ہر تمنا نکل جائے۔ صرف ایک تمنا رہ جائے یعنی دیدارِ الہی کی تمنا۔ مشاہدہِ جمال کی تمنا، محصور فی سبیل اللہ ہو کر دین کے کام میں مشغول ہو جائے۔ ایسے فقراء کے لئے قرآن حکیم میں "أَحْصِرْ دَنِي سَبِيلِ اللَّهِ" کا خاص لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ منقأ اویاء اللہ کے مقامات میں سے ایک خاص منقأ ہے۔ اس منقأ تک رسائی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور بے پایاں نظرِ کرم کی وجہ سے ہی ممکن ہو سکتی ہے، چنانچہ جب سرخیل اویاء حضرت سید علی ابوالحسنؑ جویری المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ کی زندگی کا ہم لغو مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ حقیقتاً مظہرِ فقر و غنا تھے جس کی شہادت خود ان کی اپنی تصنیف کشف المحجوب میں ملتی ہے جو کہ پچھلے تقریباً ایک ہزار سال سے دینائے

تصوف میں ایک مستند کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔

حاصل کلام

یہ حقیقت ہے کہ جب مُرشد کا لفظ زبان پر آتا ہے تو ہمارے ذہنوں میں ایک پاکیزہ، نیک اور خدارسیدہ شخصیت کا تصور ابھرتا ہے جس کی دل کشی اور دلنوازی میں مقناطیسی کشش پائی جاتی ہے۔ جسے ہم راہ حق میں اپنی راہبری کے قابل سمجھتے ہیں۔ اصولی طور پر یہ سب درست ہے۔ لیکن علامہ اقبال نے جو عشق کو مُرشد اولین کہا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ کسی بھی نصب العین کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ پورے اہتمام، لگن اور ذوق و شوق سے کام لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں جس قسم کے جذبہ محرکہ کی ضرورت ہے۔ وہ جذبہ عشق کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ ایک حدیث مبارکہ میں محبت الہی کو شرط ایمان قرار دیا ہے جس دل میں حق تعالیٰ کی محبت نہ ہو ایمان سے خالی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایمان کا درخت اس وقت تک پوری طرح بار آور نہیں ہوتا، جب تک اسے محبت کے آب حیات سے نہ سیرجھا جائے۔ محبت کو پائیدار بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے جذبہ عشق کی اشد ضرورت ہے جس سے بے پناہ ہمت و صبر حاصل ہوتی ہے۔ سرِ پاپا سوز و گداز اور ہمہ تن ذوق شوق کا جذبہ بیدار ہونا ہے۔ غرضیکہ بے شمار توانائیوں اور بے پناہ قوتوں کا سرچشمہ عشق ہی ہے جس سے نہ صرف عمل مسلسل کو جاری رکھنا ممکن ہوتا ہے بلکہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے طویل ترین فاصلے حیرت انگیز حد تک کم ہو جاتے ہیں۔

مولانا جلال الدین رومیؒ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ عشق ہی سے جسمِ خاک کی افلاک کی پہاڑیوں میں پہنچ سکتا ہے۔ اور بندگی و عروج کی آخری منزلیں بھی اس کے زیرِ پا ہو سکتی ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اس کی بہت اچھی ترجمانی کی ہے۔

عشق کی اک جست نے سب کو دیا قصہ تمام اس زمیں و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

رَبِّ کریمِ تمام مسلمانوں کو فکر و عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ظاہری اور باطنی قوتوں سے نوازے اور

اسلامی اقدار کو اجاگر کرنے کی ہمت دے۔ آمین ثم آمین۔

نذرانہ عقیدت



رخصتہ ترکے حسنِ احسانِ یقین ہے
تا بندہ ترکے عشق سے ایمان کی تہیں ہے

ایا ترا اسم مبارک مرے لب پر
گرچہ یہ زباں اس کی سزاوار نہیں ہے



نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ظہورِ نورِ ازل کو بنا بہسانہ ملا

صرم کی تیرہ شبی کو چرائع خانہ ملا
تیری نظر سے ملی روشنی نگاہوں کو

دلوں کو سوزِ تبتِ تابِ جاودانہ ملا

خدا کے بعد جلال و جمال کا مظہر

اگر ملا بھی تو کوئی ترے سوانہ ملا
وہ اوجِ ہمتِ عالی، وہ شانِ فقرِ غیور

کہ سرکشوں سے باندا زِ خسروانہ ملا

درِ حضورؐ سے کیا کچھ ملا نہ مجھ کو حفیظ

نواعِ شوقِ ملی، جذبِ عاشقانہ ملا

حفیظِ ہوشیا پوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

لَقَدْ جَاءَكُمْ دَسْوَلٌ مِّنَ الْفُسْكَمُ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا
عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ دَؤَبٌ الرَّحِیْمُ ۝

مقام ربِّ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

کامل و اکمل انسان

ربِّ اعظم، رحمتِ عالمِ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور شعبوں کا ایک مجموعہ ہے۔ کسی قوم کا رہنا، مادی یا پیشوا ایسا نہیں ہوا۔ جس نے انسانی زندگی کیلئے ایک مکمل لائحہ عمل بطور نمونہ پیش کیا ہو یہ اعزاز صرف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات کو ہی حاصل ہے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عملی زندگی میں مختلف حیثیوں میں سامنے آئے اور ہر حیثیت سے کامیاب و کامران رہے۔ مثال کے طور پر بحیثیت جرنیل و سپاہی، حاکم و محکوم، تاجر و مزدور، قاضی و معلم، یہاں تک ایک باپ، بیٹا اور شوہر ہونے کے علاوہ بھی ہمیں ہر گوشہ زندگی میں ان کی سیرت طیبہ سے مکمل رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

قائدانہ صلاحیتیں

اختیار کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی گفتگو کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے صرف ایک ایسے پہلو پر روشنی ڈالنے تک محدود رکھیں جس کا تعلق ان کی فطری قائدانہ صلاحیتوں سے ہے اور جن کی

تصدیق تائید اور تائید قرآن حکیم میں بھی موجود ہے۔ فیضان الہی ہے راصل متن اوپر آچکا ہے ترجمہ لوگو تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔
التوبہ آیت ۱۲۸ اس آیت کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد تین نمایاں خوبیوں کا پتہ چلتا ہے۔

- ۱۔ وہ لوگوں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھتے تھے۔
 - ۲۔ دوسروں کی خیر خواہی اور نفع رسانی کی تڑپ ان کے دل میں موجود تھی۔
 - ۳۔ مومنوں کے لئے وہ شفقت آمیز جذبہ رکھتے تھے۔
- ظاہر ہے کہ ایک شخص دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوگا تو آپس میں محبت اور الفت بڑھے گی۔ عوام کی خدمت اور فلاح و بہبود کے کام کرنے سے باہمی ہمدردی کے جذبہ کو فروغ حاصل ہوگا اسی طرح جب آپ لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آئیں گے تو وہ آپ کے قریب تر ہوتے جائیں گے اور ہر قسم کے ایشاء و قربانی کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں گے۔

ملی مسائل کا حل

مذکورہ بالا آیت کو اگر مندرجہ ذیل آیت سے ملا کر پڑھا جائے تو بات اور بھی صاف ہو جاتی ہے قائدانہ خوبیوں کے حامل مزید چننا ایسے اساسی اصول ابھر کر سامنے آتے ہیں جن کی روشنی میں ہم اپنے ملکی اور ملی مسائل کو حل کرنے میں راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
”اے محمد“ خدا کی مہربانی سے تمہاری انا و مزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے۔ اور اگر تم بدخوا اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے تو ان کو معاف کر دو اور ان کے لئے خدا سے منفرت مانگو اور اپنے کاموں میں ان سے مشورت لیا کرو۔ اور جب کسی کام کا عزم مصمم کر لو تو خدا پر بھروسہ رکھو۔ بے شک خدا بھروسہ رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ رآل عمران آیت ۱۵۹

یہاں پر جو باتیں غور طلب ہیں وہ یہ ہیں۔

- ۱۔ نرم دلی کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت قرار دیا گیا ہے۔
- ۲۔ سخت مزاجی اور سنگدلی کو باہمی انتشار کا موجب گردانا گیا ہے۔

۳ رب رحیم اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہیں کہ اپنے ساتھیوں کو معاف کر دو۔ ان کے واسطے بخشش مانگو۔ ان سے مشورہ کر لیا کرو اور جب کسی کام کا پختہ ارادہ کر لو تو ہر قسم کے تاراج کے لئے خدائے پاک کی ذات پر بھروسہ رکھو کیوں کہ یہ بھی ایک وسیلہ ہے جس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی قربت کا ثمر حاصل ہوتا ہے۔

خدا پر بھروسہ

نیچال رہے کہ خدا پر بھروسہ کرنے کے لئے قرآن حکیم میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ ہے "توکل" اس لفظ کو سمجھنے کے لئے لوگ اکثر غلطی کر جاتے ہیں یا یہ کہ اس لفظ کو غلط معنی پہناتے جاتے ہیں نتیجتاً بعض کم علم حضرات بے عملی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ توکل ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ ایمان لانے کے بعد خدا پر بھروسہ نہ کرنے سے ایمان بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اصل قوت توکل ہی ہے جو ہمارے عزم و عمل کو برقرار رکھنے کی ضامن ہے اس کے مقابلہ میں ہماری جدوجہد اور دنیاوی وسائل اور اسباب کی حیثیت ثانوی ہے۔

شورائی نظام

دوسری بات جس کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ آنحضرتؐ کو چونکہ وحی الہی کی راہنمائی حاصل تھی اس لئے بظاہر وہ باہمی مشورہ کے محتاج نہ تھے لیکن مقصود یہ تھا کہ آنے والے زمانہ میں بھی شورائی نظام قائم رکھا جائے اس لئے بالفعل اس پر عمل پیرا ہو کر بطور سنت اس کو جاری رکھنے کا جواز مہیا کر دیا

قومی داخل اتحاد

قیادت اور امامت کے اساسی راہنما اصولوں کو کسی حد تک سمجھ لینے کے بعد یہ ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں مزید غور و خوض اور تحقیق کریں۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ان اصولوں کو اپنائیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے پرجوش اور پرجوش گوشش جاری رکھیں جیسا کہ آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ پاکستانی قوم نے اپنے پیارے پاکستان میں اسلامی نظام کو قائم کرنے کا اٹل

فیصلہ کر رکھا ہے۔ ضرورت اس امر کی کہ ہم اپنے مقصد کے حصول کے لئے اپنے نظریہ یا نصب العین سے شدید محبت کریں بلکہ اخلاق اور مضبوط کردار کی تعمیر کریں جو غرضی، مطلب پرستی اور مفاد پرستی سے گریز کریں اپنی جدوجہد کو زیادہ منظم اور مربوط کرنے کے لئے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ملی اتحاد پر سب سے زیادہ توجہ دیں کیوں کہ ہمارے سامنے جو مقصد ہے وہ ہمالیہ کی چوٹی کو سر کرنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اور یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ کسی بھی نظام کو بدنام یا از سر نو سابقہ نظام پر آمادہ کرنا پھولوں کی سیج نہیں ہے اس وقت راتے کی تمام رکاوٹوں سے نجات حاصل کرنے کا واحد حل قومی داخلی اتحادیں ممبر ہے

نسلی عصبیت

ہر صاحب شعور اس راز سے واقف ہے کہ ہماری ملت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے داخلی اور خارجی سازشوں کے جال ہر جگہ بکھے ہوئے ہیں۔ داخلی طور پر ان میں سب سے زیادہ ہلاکت خیز زہر قومی اور نسلی عصبیت کا زہر ہے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

”ہم میں سے نہیں جو قومی اور نسلی عصبیت پر قائم رہا۔“

”ہم میں سے نہیں جو قومی اور نسلی عصبیت کی خاطر لڑا۔“

ہم میں سے نہیں جس نے قومی اور نسلی عصبیت کے لئے اپنی جان دیدی۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ عصبیت کیلئے ہے۔ آپ نے فرمایا تم اپنی قوم یا جماعت کی حمایت اس حالت میں بھی کرو جب تم جانتے ہو کہ وہ ناحق پر ہے۔

غیر اللہ کا خوف

یہاں پر یہ چیز بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ بعض اوقات غیر اللہ کا خوف بھی انسان کی اعلیٰ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے سے روکتا ہے۔ نفسیاتی اور ذہنی طور پر وہ اس قدر مرعوب ہو جاتا ہے کہ اس کا جذبہ عمل ماند پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ شرک کی حدود کو چھونے لگتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا پیغام عالم کرنا شروع کیا تو وہ اپنے

دور کی ایرانی اور رومی قوتوں سے خائف نہیں ہوتے تھے کیوں کہ ان کا اپنا ارشاد تھا: ہر خوف کے پیچھے شرک پوشیدہ ہے۔ ہمارے اس دور میں بھی دو سپر طاقتیں موجود ہیں ہمیں ان سے ہرگز ہرگز خائف نہیں ہونا چاہیے ہم اگر موثرانہ فراست سے کام لیں فکر و عمل میں یک رنگی پیدا کریں اور اپنی صفوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنالیں۔ ملک میں ایسی فضا پیدا کریں جس سے ملت کے ہر فرد کے اندر خوداری اور خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہو اور ہر شخص رضا کارانہ طور پر ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پوری خوش دلی سے ہمیشہ آمادہ کار رہے۔ تو نصر من اللہ وفتح قریب“ یہ مژدہ جافہز ہمارے ہی لئے ہے

مغنی آتش نفس

ملت اسلامیہ کو اس وقت ایک ایسے مغنی آتش نفس کی ضرورت ہے جو خاک میں دبی ہوئی آگ کو انگاروں کی شکل دے کر دور غلامی کی جن زنجیروں نے سوتلج کو جکڑ رکھا ہے انہیں گرمی آتش سے پگھلا دے جو قوم کا نبض شناس ہو اور ان کے حالات و مزاج کے مطابق ان کی اصلاح کر سکے جدید و قدیم کی بحث سے بالاتر ہو کر اعلیٰ اخلاقی اقدار کی ترویج کے لئے کوشاں رہے۔ ارباب اقتدار، اکابرین ملت، راہنمایان قوم، عالمان دین مشائخ عظام اور علم دوست حضرات کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر سکے اور اس طرح اجتماعی طور پر ملت کے عظیم و عزیز مقصد کے حصول کے لئے تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جاسکے۔ ایسا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ بقول ایک مغربی مفکر اور ممتاز مورخ مسٹر آرنلڈ بیٹنسن: "نئی بنیادیں وہی لوگ بھر سکتے ہیں جو اس راز سے واقف ہوں کہ پرانی بنیادیں کیوں بیٹھ گئیں۔ اور حضرت علامہ اقبالؒ کے ارشاد کے مطابق اب تعمیر نو کا کام بغیر کسی تاخیر کے شروع کر دینا چاہیے۔"

معمارِ حرم باز بہ تعمیر حرمِ خیز

از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز

عاجزانه دعا ہے کہ رب کریم مسلمانوں کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع محبت کو روشن کر دے

اور اسوۂ رسول مقبولؐ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے: آمین

بندِ فقر

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے مینخانے
یہاں ساتی نہیں پیدا تو ہاں بے وق ہے صہبیا!
نہ ابراں میں رہے باقی نہ تو راں میں رہے باقی
وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاک قیصر و کسرے
یہی شیخ حرم ہے جو چہرے کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوڈر و دلوق اویس چادر زہرا
حضور حق میں اسراہیل نے میری شکایت کی
یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کرنے سے برپا

علامہ اقبالؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْحُكْمَ لِلّٰهِ وَاَحَدٌ لَا اِلٰهَ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (البقرہ ۱۶۳)
اور لوگو، تمہارا معبود خدائے واحد اس بڑے مہربان اور رحم والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

مقامِ اطاعت

حیاتِ طیبہ

حضرت اویس قرنی ^{رضمۃ اللہ علیہ}

ابتدائیہ

طالبانِ خالقِ حقیقی، عاشقانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں نمایاں حیثیت کے مالک اویس کرام اور دیناٹے روحانیت کے در شہوار اور سلوک کے مرد شہسوار حضرت اویس قرنیؓ نے مردانِ حق آگاہ میں بلند ترین اور ممتاز ترین مقام حاصل کیا۔ اگرچہ ان کی سوانح حیات کے متعلق تواریخِ قدیم و جدید میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ چند اہم واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ ان واقعات کی تاریخی شہادتوں سے تصدیق بھی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود ان کی سیرت و کردار پر مزید تحقیق اور غور و فکر کی اشد ضرورت ہے۔

چند سوالات

اس ضمن میں قدرتی طور پر چند سوالات ابھر کر سامنے آتے ہیں وہ یہ کہ اس برگزیدہ مہستی کو اتنے

جلیل القدر اور عظیم مرتبہ تک پہنچنے کے لئے کیوں کر رہنمائی حاصل ہوئی اور سہولت تعلیم کی غیر موجودگی میں صحیح سمت پر گامزن ہونے اور ثابت قدم رہنے کے لئے کون سی قوت محرکہ تھی جو ان کو میسر آئی منزل مقصود تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کیسے کیسے کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا۔ کون کون سی قربانیاں دینی پڑیں۔ پیشتر اس کے کہ ہم ان سوالات کا حل تلاش کریں انکی بنی زندگی کے شب و روز کیوں کر گزرتے تھے ہمارے لئے اس سلسلہ میں آگاہی حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

پیدائش و معمولات

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ میں کے ایک قصبہ قرن میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے قرنی مشہور ہوئے چونکہ بچپن ہی سے حضور کے والد محترم کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا تھا اس لئے انہیں ابتدا ہی سے محنت و مشقت کرنا پڑی۔ وقت جوں جوں گزرتا گیا، اپنے پیشتر بانی اختیار کیا۔ مزدوری پر اوزن چرانے کے صلہ میں جو اس وقت اجرت ملتی اس سے اپنی والدہ اور اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد جو کچھ بچ رہتا اسے نادار لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔

نغمہ توحید

انسانوں سے نیکی کرنے کا جذبہ تو ان کے اندر پہلے سے موجود تھا۔ اسی دوران جب ہادی برحق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نغمہ توحید بلند کیا تو اس کی یہ آواز فضاؤں میں گونجی شروع شروع میں چند نفوس قدسیہ نے اس کا اثر قبول کیا اور آہستہ آہستہ یہ حقیقت ان کے دلوں کی گہرائیوں تک جا پہنچی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہی لوگ اس پیغام کو لے کر ملک کے دور دراز علاقوں تک پہنچے یہاں تک کہ اس صدائے حق کو حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سنا۔ عقل سلیم نے اسے تسلیم کیا فطرت پاکیزہ نے اسے قبول کیا۔ اور فوراً ہی ایمان لے آئے۔ اب یہ ہوا کہ ضروری دنیاوی امور سے فرصت پانے کے بعد بڑے ہی شوق کے ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی مشغول ہو گئے۔

تلاشِ حق

بقول شخصے جب فرض منصبی اور شوق قلبی یکجا ہو جاتے ہیں تو منزل کی طرف سفر کرنا آسان اور خوشگوار ہو جاتا ہے۔ پیشہ شتربانی کے اعتبار سے آبادی سے دور تنہائی میں وقت گزارنا تو ہر روز کا معمول تھا ہی اب تلاشِ حق کی جستجو نے کائنات کی کھلی ہوئی کتاب کو پڑھنے اور اس پر غور و فکر کرنے کا موقع بھی فراہم کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: وہ لوگ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کھڑے اور کھڑے پر لیٹے اور فکر کرتے ہیں۔ آسمان اور زمین کی پیدائش میں کہتے ہیں۔ اے رب ہمارے تو نے یہ سب کچھ بیکار نہیں بنایا۔ تو پاک ہے سب عیبوں سے سوہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے۔

ر آل عمران آیت ۱۹۱

ان حکیمانہ انتظامات پر سوچ و بچار کرنے والے کافران و قلب اللہ جل شانہ کی یاد کی طرف راغب ہو گیا۔ یہ وہ اہم موڑ تھا جہاں سے ان کی زندگی کا اصل سفر شروع ہوا جیسے جیسے ذکر و فکر کی منزلیں طے ہوتی رہیں شوق و محبت میں بھی اضافہ ہونا رہا۔

تمنئے بیتاب

ایک طرف تو یہ ہوا کہ ہر ملنے ملانے والے اور دیارِ رسول آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو کر آنے والے سے پیغامِ حق کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لئے ہر وقت بیتاب رہنے لگے دوسری طرف رسولِ پاک سرورِ کونین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کی شدید آرزو دل میں انگڑائیاں لینے لگی ان کی اس تکمیل آرزو میں سب بڑی رکاوٹ یا مجبوری یہ تھی کہ وہ اپنی نابینا، ضعیف اور بے سہارا والدہ کو چھوڑ کر گھر سے نکل نہیں سکتے تھے ادھر آنشِ فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بے چین کر رکھا تھا۔ اور یادِ الہی میں محویت کا یہ عالم تھا کہ وہ تسلیم و رضا کے خوگر اور صبر و استقامت کے پیکر بن گئے تھے۔ فرمانِ ربانی کے مطابق اب ان کی رہنمائی کا ذمہ خود قادرِ مطلق نے لے لیا تھا۔

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہمارے بے گشتی کی ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھا دیں گے اور خدا نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔ (عنکبوت آیت ۶۹)

جب اللہ تعالیٰ نگہبان ہو اور ایمان کی دولت ساتھ ہو تو راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور تاریمکیوں کے بادل چھٹ جاتے ہیں قرآن حکیم میں ہے۔
 جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا دوست خدا ہوتا ہے۔ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔ (البقرہ آیت ۲۵۷)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

غرضیکہ سلوک کی منزلیں طے ہوتی رہیں۔ اسی اثنا میں خبر آئی کہ جنگ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شدید زخمی ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یا دو دانت مبارک شہید ہو گئے شدت غم اور فرط محبت سے منسوب ہو کر حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام دانت منہ سے نکال باہر کیئے۔ طالب و مطلوب کے یہ رشتے روحانی طور پر مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے گئے۔ تا آنکہ ایک روز جناب رسول پاک سرور کائنات فخر موجودات سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی باطنی آنکھوں سے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور اپنے صحابہ کرام سے فرمایا "اویس القرنی خیر التالین باحسان و عطف" اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ احسان اور عطف رشتہ اور اچھا سلوک کی رو سے تابعین میں اچھے ہیں۔ آنحضرت کے ان تعریفی کلمات کے بعد کوئی آدمی بھی کما حقہ مزید تعریف کرنے کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ بارگاہ رسالت سے اس اعزاز سے سرفراز ہونے کے بعد حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ایک منفرد شخصیت کے مالک بن گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرقع

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "تذکرہ الاولیاء" اور دیگر تاریخی اسناد سے اس واقعہ کی شہادت ملتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت آیا تو صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا مرقع لباس کسے دیا جائے۔

آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اویس قرنیؓ کو۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں حضرت علی کریم اللہ وجہ کی ہمراہی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتنے تشریف سے گئے۔ تلاش بسیار کے بعد اویس قرنیؓ رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ لگا لیا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نشان کے مطابق ان کے داہنے ہاتھ پر سفید نشان موجود ہونے کی بنا پر انہیں پہچاننے میں کوئی وقت محسوس ہوئی اور اس طرح مرفوع مذکور حضرت اویس قرنیؓ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر دیا۔ آپ نے یہ پیش بہا عطیہ قبول فرمایا اور پہن لیا۔

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت اویس قرنیؓ رحمۃ اللہ علیہ کو اتنی بڑی سعادت کیوں کرنسیب ہوئی؟ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ معرفت، شوق اور محبت کا دوسرا نام ہے۔ شوق اور محبت کی علامت اطاعت ہے۔ شوق اور محبت جس قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے اسی قدر فرمان الہی کی تعظیم بڑھتی رہتی ہے یہی وہ بنیادی اصول تھا جس کو اپنا کر جناب اویس قرنیؓ رحمۃ اللہ علیہ نے اطاعت رسول اللہ اور تعظیم شریعت کی وہ مثال قائم کی جس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ان کے اسی طرز عمل کی وجہ سے ان کی شخصیت رہتی دنیا تک قابل رشک، قابل ستائش اور قابل تقلید رہے گی۔ خیال ہے کہ راہ سلوک میں مسلک اویسی وہ روحانی رشتہ ہے جس سے براہ راست درگاہ نبوت سے نور باطن حاصل ہوتا ہے۔

درس حیات

- ۱۔ محبت و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کا قرب حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے
- ۲۔ شریعت کی پابندی کو کسی حالت میں بھی بغیر جائز تشریحی عذر کے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا
- ۳۔ دنیاوی فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دینی تقاضوں سے بھی غافل نہیں رہنا چاہیے۔

دعاے عاجزانہ

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنی اور اپنے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی
محبت قلبی اور اطاعت کلی کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین ثم آمین



چشمِ باطن

آنکھیں تین قسم کی ہوتی ہیں۔
جسمانی آنکھ جو انسان و حیوان دونوں کو حاصل ہے اسکا فعل صرف دیکھنا
ہے۔ عقل کی آنکھ بصیرت کہلاتی ہے جو صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔
ایمانی آنکھ خدا پرستوں کی ملکیت ہے جو دنیا کے علاوہ عالم بالا کا بھی نظارہ
کرتی ہے۔

ر حکیم بقراط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَانِيْ قَرِيْبٌ ط اَحْبِبْ دَعْوَةَ
الدَّاعِ اِذَا دَعَا نِ فَلْيَسْتَجِیْبُوْا لِيْ وَ لِيَوْمُنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ط

البقرہ آیت ۱۸۶

ترجمہ : اور راے پیغمبر جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دو
میں تو تمہارے پاس ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ تو
ان کو چاہئے کہ وہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔

مَقَامِ دُعَا

مَقْصِدُ دُعَا

خالق کائنات کی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا یہ فیض خاص ہے کہ اس نے انسان کو تخلیقی صلاحیتوں
کے اعتبار سے ایک نادر شاہکار بنا یا اسے علم کی دولت اور قوت گوئی عطا فرمائی ہر طرح سے راہنمائی کا
بند و بست کیا محدود اور ضروری اختیارات سے تو ازا تا آنکہ اسے اپنا نائب بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔
اب یہ حق نیابت کا تقاضا ہے کہ انسان اس عظیم سستی اور قادر مطلق سے ہمیشہ اپنے مضبوط تعلق کو
استوار کرے اور اسے قائم رکھنے کے لیے مسلسل کوشش کرتا رہے خدا سے قربت کا وسیلہ تلاش کرے
اللہ اور بندے کے درمیان دُعا ایک بے مثال طاقت ور وسیلہ ہے جو رب کائنات کی رحمتوں کو
جوش میں لاتا ہے اور اسے مائل بہ کرم کرتا ہے۔ دستِ دُعا دراز کرنے سے رنج و الم افکار و اندیشے

دور ہوتے ہیں بشکستہ و پریشان دل سکون و اطمینان کا گوارہ بن جاتے ہیں۔

دعا کا تاریخی پس منظر

تاریخ انسانی اس امر کی شاہد ہے کہ جب انسان نے اس دنیا میں قدم رکھا ہے اس دن سے اس کے دل و دماغ پر ایک عظیم ہستی کا ہمیشہ تصور قائم رہا ہے۔ اسی فطری رجحان نے اسے کسی نہ کسی شکل میں اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے دعا مانگنے پر بے چین کیا اور ایک آن دیکھی قوت بخش ذات والا صفات کی نصرت و حمایت حاصل کرنے کے لیے دعا کو ذریعہ بنایا۔ دنیا میں مختلف ادیان کی تعلیمات سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

جب ہم اس سلسلہ میں قرآن سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ سب سے پہلے بارگاہ رب العزت میں جس انسان نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ انبیاء، اولیاء صدیقین و صالحین تک ہی محدود نہ رہا بلکہ ہر نبی نوع انسان نے دعا سے فائدہ اٹھایا۔ اور یہ عمل قیامت تک جاری رہے گا۔

تعلیم و ترغیب دعا

آپ ابتداء میں قرآنی آیت رسوہ بقرہ آیت ۸۶ مع ترجمہ کا مطالعہ کر چکے ہیں دعا مانگنے کے لیے ترغیب بھی دلائی گئی ہے اور رب کریم نے اپنی قربت کا احساس دلا کر ہمیں نہ صرف خوشیوں مسرتوں اور کامیابیوں سے ہمکنار ہونے کی نوید سنائی ہے بلکہ یہ فرما کر وہ ہماری پکار کو سنتا ہے اور دعا قبول کرتا ہے ہمیں ہر قسم کی مایوسیوں محرومیوں اور ناامیدیوں سے نجات دلا دی ہے شرط صرف یہ رکھی ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں اور اسکی فرمانبرداری کریں۔ عا د ستور کے مطابق ایک نافرمان انسان اگر چہ ناشکر گزار باغی اور سرکش ہی کیوں نہ ہو توبہ کرنے کے بعد رب العالمین کی رحمت کا سزاوار ہو سکتا ہے۔

یہاں پر یہ چیز بھی نوٹ کر لینی چاہیے کہ بوقت ضرورت دعا تو ہر انسان مانگتا ہے خواہ وہ مومن ہو یا غیر مومن۔ اللہ کی ربوبیت اور رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ سب کی دعائیں سنی جائیں اور جس دعا کو

وہ چاہے شرف قبولیت بخشے۔ البتہ فرق اتنا ہے کہ غیر مسلموں کے لئے دعا کے اثرات کا دائرہ اس دنیا تک ہی محدود رہتا ہے جب کہ ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو دعاؤں کے اثرات اس دنیا میں بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی ان کو بے حد و بے حساب اجر ملتا ہے دونوں جہانوں میں ان کے لئے فوز و فلاح کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔

احادیث و دعا

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "دعا" عبادت کا مغز ہے

(ترمذی)

حضرت انسؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم کو چاہیے کہ اپنی حاجتوں کو خدا سے مانگو۔ یہاں تک کہ اپنی جوتی کا تسمہ بھی جب کہ وہ ٹوٹ جائے۔

(ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ سختیوں کے وقت خدا اس کی دعا قبول فرمائے اس کو چاہیے کہ فرائض اور خوشحالی کے وقت کثرت سے دعا مانگے۔

(ترمذی)

ایٹھراور دعا

سائنس کے اس ترقی یافتہ دور میں اس حقیقت کو سمجھنا بہت ہی آسان ہو گیا ہے کہ ہماری دعائیں اپنا حیرت انگیز رول کیوں کرا دیا کرتی ہیں یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ کائنات کے اندر جس فضا میں ہم سانس لیتے ہیں اس میں ہر وقت ہر مقام پر دیکھنے، سننے اور ریکارڈ کرنے کا ایک غیر مرئی اور غیر محسوس قسم کا وسیع و عریض نظام قائم ہے جب کہ ہم کسی قسم کی حرکت کرتے ہیں یا بولتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم کسی چیز کے متعلق اپنے ذہن میں ارادہ یا خیال بھی کرتے ہیں تو اس فضا کے بسیط کے اندر حساس لہروں کا ایک لامتناہی سلسلہ اٹھتا ہے جو دنیا و مافیہا کی وسعتوں کو چیرتا ہوا عام روشنی کی رفتار یعنی ایک لاکھ چھیا سٹھ ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کر کے بظاہر فضاؤں میں گم ہو جاتا ہے لیکن اس کے اچھے یا بُرے اثرات و نقوش ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فضا میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔ سائنس کی اصطلاح

میں اسے اتھرنے کی دینا کہتے ہیں اس اتھرنے کی کمرشہ ساز یوں کو سمجھنے کے لیے آج کل ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ٹیپ ریکارڈ وغیرہ چند ادنیٰ مثالیں ہیں دوسرے لفظوں میں یہ کہ نامہ و پیام کے لانے اور لے جانے کا یہ ایک ازلی وابدی انتظام موجود ہے جو ہماری دعاؤں کو حضور حق تک پہنچاتا ہے اور ان کے اثرات ہم تک پہنچتے ہیں اس کے علاوہ جو وسیلے اور ذریعے اس کام کی تکمیل کے لیے استعمال میں آتے ہیں اور جن کے متعلق ابھی انسان نہیں جانتا اس کا علم فقط اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے دائرہ اختیار میں ہے۔

فرمان الہی ہے: ترجمہ: اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم ان کو بمقدار مناسب اتارتے رہتے ہیں۔
المحرات ۲۱

دل اور دعا

دعا کو موثر بنانے اور اس میں طاقت پر واز پیدا کرنے کے لیے فروری ہے کہ دعا دل کی گہرائیوں سے پورے خشوع و خضوع کے ساتھ مانگی جائے اس میں درد ہو، تڑپ ہو، سچائی ہو، نیاز و گداز ہو، عجز و انکساری ہو اور یقین محکم ہو، ایسی دعائیں فیض رساں قوت تک پہنچنے میں درجہ کمال رکھتی ہیں

دعا اور صبر

بعض اوقات ہماری دعائیں جلد ہی شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہیں اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس میں کچھ دیر لگ جاتی ہے کبھی کبھی ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہماری دعاؤں کے اثرات ظاہر نہیں ہوتے ایسے میں یہ جان لینا چاہیے کہ اس میں بھی مصلحت خداوندی کار فرما ہوتی ہے دعا کا اثر کسی صورت میں بھی زائل نہیں ہوتا، البتہ منشاے ربانی کو اس میں بہتری منظور ہوتی ہے قرآن پاک میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو توبی لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو اور ان باتوں کو، خدا ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں

جانتے . (البقرہ - آیت ۲۱۶)

لہذا ہمیں چاہیے کہ رب ذوالجلال اور حل مشکلات کی بارگاہ میں دعا کرنے کے بعد صبر و تحمل سے کام لیں کسی قسم کی تشویش یا شک و شبہات کے شکار نہ ہوں اور اس وعدہ خداوندی "لا تخزن ان اللہ معنَا" کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں .

قرآنی دعائیں

یوں تو متعدد دعائیں ایسی ہیں جن کا ذکر قرآن پاک اور احادیث نبوی میں آیا ہے لیکن آپ کی سہولت کے لیے صرف چند قرآنی دعائیں اس مختصر کتابچہ میں درج کر دی ہیں تاکہ موقع کی مناسبت سے ان سے استفادہ کیا جاسکے .

قرآنی دعائیں اور ان کے فوائد

۱. ہر قسم کے باطل نظریات سے محفوظ رہنے اور غصہ کو دبانے کے لیے دعا .

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

یہ پناہ مانگنا ہول اللہ کے شیطانِ مردود سے

۲. ہر قسم کے کاموں میں برکت کے لیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرنا ہول اللہ کے نام سے جو رحیم اور رحیم ہے .

۳. یہ دین حق کا خزانہ ہے سب اعلیٰ ارفع اور جامع ترین دعا ہے .

(سودۃ فاتحہ)

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے رحمن اور رحیم ہے روز جزا کا مالک ہے .

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمَسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں . ہمیں سیدھا راستہ دکھا .

الْعَمِيَّتِ عَلَيْهِمْ ه نَعِيْرُ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَكَهَ الْفَالِئِيْنَ ه
 ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا جو مغضوب نہیں ہوئے جو بٹھکے ہوئے نہیں ہیں۔

۴. ہر وہ شر جس کا تصور کیا جاسکتا ہے اس سے بچنے کے لیے دعا۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ه مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ مِنْ شَرِّ عَاسِقٍ اِذَا

کہہ دیجئے اے محمد میں صبح کے پیدا کرنے والے کی پناہ میں آتا ہوں اور شہما قیم کے شر سے اور اندھیری رات

وَقَبْ ه وَ مِنْ شَرِّ النَّفَّثِ فِي الْعُقَدِ ه وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ه

کے شر سے جب وہ چھا جائے، اور گنڈوں پر پھونکنے والوں کے شر سے اور حسد کرنے والے شر سے جب وہ حسد کرتے ہیں

۵. شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہنے اور اللہ کی پناہ میں آنے کے لیے دعا

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ه مَلِكِ النَّاسِ ه اِلٰهِ النَّاسِ ه مِنْ

کہہ دیجئے ا میں لوگوں کے پیدا کرنے، لوگوں کے مالک اور لوگوں کے مہبود کی پناہ میں آتا ہوں۔

شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ه الَّذِيْنَ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجَنَّةِ

شیطان کے دوسے کی شرارت سے جو لوگوں کے دلوں میں دوسو سے ڈالتا ہے۔ جنوں اور انسانوں

وَالنَّاسِ ه

میں سے۔

۶. دین و دنیا کی فوز و فلاح کے لیے دعا۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ

اے ہمارے رب ہمیں غنایت فرما دنیا میں بھلائی اور بہتری اور آخرت میں بھلائی اور بچاے ہم کو

النَّارِ وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفُوْرًا يَا دَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ط

عذاب سے آگ کے اور ہمیں داخل فرما جنت میں زمرہ میں نیک لوگوں کے اے بڑے غالب بڑی بخشش والے اے جہانوں پروردگار

۷. مقصد حیات کو پورا کرنے اور آخرت میں حصول مغفرت کے لیے دعا

دَبَّ اَجْعَلْنِيْ مُتَمِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ دَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَا ط دَبَّنَا غَفِرِيْ

اے میرے رب مجھ کو بھی نماز پر قائم کر اور میری اور اولاد کو بھی اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب میری

وَلِوَالِدِيْ وَ لِسُوْمُوْمِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ه

مغفرت کرو دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب کتاب کے دن

۸ اپنی ناطقتی کے اظہار، اللہ کی رحمت کی طلب اور کافروں پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے دعا
دَبْنًا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۝ وَاعْتَصِمْنَا بِعَدَّتِكَ وَاعْفِرْ لَنَا
 پروردگار جس بار کو اٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے وہ ہم پر نہ رکھ ہم پر نرمی کر ہم سے درگزر

وَادْحَمْنَا وَقَفَّ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝
 فرما ہم پر رحم کر تو ہمارا مولا ہے، کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر

۹. حصول عزت اور رزق کی کشادگی کے یٹے دعا۔

اللَّهُمَّ مَالِكِ الْمَلِكِ تُوْتِي الْمَلِكِ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكِ مِمَّنْ

اے سارے ملکوں کے مالک توجھے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے حکومت

تَشَاءُ وَتُعْزِزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى

چھینے اور توجھے چاہے عزت دے اور توجھے چاہے ذلت دے۔ تیرے ہی ہاتھ میں خیر ہے

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۰. اپنے نفس کے ساتھ کی گئی زیادتیوں پر نادم ہونے اور مغفرت حاصل کرنے کیلئے دعا

دَبْنًا ظَلَمْنَا انْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور اگر تو ہم پر رحم نہ کرے گا تو یقیناً ہم گھانا اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے

۱۱. دنیا و آخرت میں نیک لوگوں کی رفاقت کی طلب کی دعا۔

دَبْنًا فَاعْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا كَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝

اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری بدیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کی رفاقت نصیب ہو۔

۱۲. نیک کاموں کے سلسلے میں صابر اور ثابت قدم رکھنے کے یٹے دعا

دَبْنًا افْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبَّتْ اَقْدَامُنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

اے ہمارے پروردگار ہمارے اوپر صبر ڈال دے اور ہمارے قدم جھٹھے رکھ ہیں غالب کر کافروں سے پر

۱۳. مکمل بے بسی کی حالت میں اللہ سے مدد کی التجا کے یٹے دعا۔

دَبِّ اِنِّ مَغْلُوبٌ فَانصُرْ

میرے درمندانہ ہونے سے تو میری مدد کر

۱۲. اس ظلم سے بچاؤ کیلئے جو انسان خود اپنے ساتھ کرتا رہتا ہے

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

نہیں کوئی معبود مگر تو را اللہ پاک ہے تیری ذات بے شک میں ظالموں میں ہوں

۱۵. توبہ کرنے اور تجدید عہد کے لیے دعا۔

اسْتَغْفِرُ اللَّهَ الْعَظِيمَ وَ التَّوْبَ إِلَيْهِ مِنْ جَمِيعِ الذَّنْبِ

میں عظیم خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں

۱۶. اللہ کی پاکی بیان کرنے اور اس کی ثناء و شکر کا اظہار اس کا ورد کثرت سے کرنا چاہیے بڑی فضیلت کا حامل ہے

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ

اللہ پاک ہے اور سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں

۱۷. خود شناسی اور خدا شناسی کے لیے علم میں اضافہ کی دعا

دَبِّ ذِي عِلْمًا

اے پروردگار میرے علم میں اضافہ کر دے

حاصل کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ دعا اللہ اور بند سے کے درمیان ایک مضبوط ترین رابطہ قائم کرنے کا موثر ترین ذریعہ ہے اس کی شان خالقیہ اور صفات ربوبیت کو تسلیم کر لینے کے بعد صرف دعا ہی ان احساسات کے اظہار کا بہترین طریقہ ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک پسینہ ترین سلیقہ عبادت ہے جس سے انسان کو اپنے عہد ہونے اور اللہ کو معبود ماننے کا بخوبی احساس ہوتا ہے اس طرح وہ رب کریم کی حمد و ثنا اور شکر گزارگی کے جذبہ سے ہمہ وقت سرشار رہتا ہے اور سکون و راحت کی دولت اپنے دامن کو بھر لیتا ہے یہاں پر یہ چیز ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ افضل ترین طریقہ دعا نماز ہے اور سورہ فاتحہ اعلیٰ ترین اور ارفع ترین دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح طور پر دعا مانگنے کی توفیق عطا فرمائے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے میں سرگرم عمل رکھے اور صالحین مقربین کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت بخشے، آمین۔

دُعا

یا ربّ دلِ مُسلم کو وہ زندہ تمنائے
جو قلب کو گرامے جو روح کو تڑپا دے
محروم تماشا کو پھر دیدہ بینا دے
دیکھائے جو کچھ میں اُوروں کو بھی دکھلا دے
اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

علامہ اقبالؒ

نکتہ توحید

سمجھ میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہیے!
وہ رمز شوق کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے
طریق شیخ فقیر ہا نہ ہو تو کیا کہیے!
سرور جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے!
جہاں میں بندہ حرکے مشاہدات ہیں کیا
تری نگاہ غلامانہ ہو تو کیا کہیے!
مقام فقر ہے کتنا بدشاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے!

علامہ اقبالؒ

اے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شیرازہ ہوا ملتِ مرہوم کا ابتر!
اب تو ہی بتاتیرا مسلمان کدھر جائے!

وہ لذتِ آشوب نہیں نکر عرب میں
پوشیدہ ہوئے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے

ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد
اس کوہ و بیاباں سے جُدی تو ان کدھر جائے!

اس راز کو اب فاش کراے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آیاتِ الہی کا نگہبان کدھر جائے

(علامہ اقبالؒ)

مردِ مُسلمان

ہر لحظہ سے مومن کی نئی نشان نئی آن
گفتار میں کھردار میں اللہ کی بُرہان!

قہاری و عفارِی و قدوسی و جبروت
یہ چار عنصروں تو بنتا ہے مسلمان!

ہمسایہ جبریلِ امیں بندہِ خاکی
ہے اس کا نشیمن، نہ بخارا نہ بدخشان!

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن!

قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان!

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان!

فطرت کا سرودِ ازلی اس کے شرفِ روز

آہنگ میں بیکتِ صفتِ سورہِ رحمن!

بنتے ہیں مری کارِ گہِ فکر میں اہم

لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

علامہ اقبالؒ

اظہارِ شکر

جنے مختصر حضرات نے کتاب ”مقاماتِ نور“ کا اول
دوئم اور سوئم ایڈیشن چھپوانے میں تعاون کیا۔ اور تبلیغِ اسلام
دینی مشن کو کامیاب بنانے میں بھرپور مدد کی ادارہ اُن کے کا از حد
مشکور و ممنون ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قبول فرمائے ان
کو اجر عطاء فرمائے انہیں سے دونوں جہانوں کے
نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ اور جملہ معاونین سے و
اراکینِ انجمن خدام الفقراء، راولپنڈی پاکستان کی
اس سعی سعید کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ مزید
خدمتِ دین کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

ادارہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انجمن خدام الفقراء کا نصب العین

حکمت دین اسلام اور قرآنی فلسفہ حیات

کو فروغ دینا اور اس پر پوری سنجیدگی سے عمل پیرا ہونے کی ترغیب دلانا

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل رہنا۔
- ۲۔ مسلمانوں کے قلوب میں عشق مصطفیٰ کی شمع روشن رکھنا اور عظمت اہل بیت و صحابہ کا نگہبان ہونا۔
- ۳۔ شان فقراء و شان اولیاء کرام کا پاسبان ہونا ان کے تبلیغی مشن کو جاری رکھنا۔
- ۴۔ روحانی کیف و سرور حاصل کرنے کیلئے پاکیزہ روحانی مجالس کا انعقاد کرنا۔
- ۵۔ انجمن وطن عزیز کے ہر مسلمان پاکستانی کی واحد ملک گیر تنظیم ہے جو سیاسی گروہ بندی سے بالکل آبا د ہے اور مسلمانوں میں صحیح اسلامی روح بیدار کرنا چاہتی ہے۔

انجمن کا شائع شدہ اسلامی دینی لٹریچر اندرون ملک بیرون ملک اور دیگر اسلامی ممالک میں مفت تقسیم ہوتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ دنیا کے دیگر مذاہب کا گمراہ کن اور لادینی لٹریچر مفت تقسیم ہوتا ہے خود ہمارے ملک میں عیسائی مشنریاں اور دیگر مذاہب شب و روز اپنا بی شمار مذہبی لٹریچر مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ مگر ہم اس میں غفلت سے کام لے رہے ہیں کیوں نہ ہم اپنا دینی لٹریچر مفت تقسیم کر کے دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کریں، یہ صدقہ جاریہ ہے۔ لیئے! اس مقدس مشن کو پورا کرنے اور کامیاب کرنے کیلئے انجمن ہذا کے ساتھ رضا کارانہ طور پر ہر ممکن طریق سے تعاون کریں۔ اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کو یہ توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

انجمن ہذا کی کنیت کیلئے "فارم داخلہ برائے رضا کار مندرجہ پتہ سے مفت حاصل کیجئے۔ کوئی چنڈہ یا فیس داخلہ نہیں ہے

دفتر مرکزی انجمن خدام الفقراء ای بلاک ۱۰۹، بی/۳، آستانہ فقر۔ سیٹلاٹ ٹاؤن راولپنڈی
فون ۳۱۴۳۱۴/۴۱۰۰۰۵، اسلامی جمہوریہ پاکستان

دعوتِ عام

مرکزی انجمن خدام الفقراء راولپنڈی پاکستان جہاں ترویج و اشاعت اور تبلیغ اسلام کو فروغ دینے میں پوری سنجیدگی سے عمل پیرا ہے وہاں فلاحی کاموں میں بھی مصروف عمل ہے انجمن ہذا کے بانی و سرپرست اعلیٰ کامل روحانی شخصیت جناب عننی سکندر شیخ مدظلہ العالی کئی سالوں سے متواتر عوام السناس کی بے لوث روحانی دینی گرانقدر خدمات میں مصروف ہیں۔ عوام و خواص کی ذہنی تربیت اور فکری تعمیر کے کاموں میں ممکنہ حد تک تن من دھن سے گرم عمل ہیں جیسا کہ آپان سے بخوبی متعارف ہیں۔ اس تبلیغی اور اشاعت مشن کو وہ بذات خود انکے رفقاء اور مہربان عقیدتمند مالی تعاون سے سرانجام دے رہے ہیں کیونکہ انجمن ہذا کسی قسم کا کوئی چندہ وغیرہ وصول نہیں کرتی اور نہ ہی کسی کو ایسا کرنیکا اختیار ہے۔ البتہ مخیر حضرات کو کار خیر اور صدقہ جاریہ میں شرکت کیلئے دعوت عام ہے لہذا جو خواہشمند اصحاب اس کار خیر میں حصہ لینا چاہیں وہ براہ راست بذریعہ بینک ڈرافٹ اور منی آرڈرز اپنے عطیات سرپرست اعلیٰ انجمن ہذا کے نام روانہ کر سکتے ہیں یہ صرف صدقہ جاریہ کیلئے ہوگا اسکا مقصد صرف رضا الہی کا حصول ہونا چاہیئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینی خدمت کر سکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین،

احقر العباد

انوار اللہ شیخ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

خودی کا سِرِّ نہاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
خودی ہے تیغ، فساں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
کیا ہے تو نے متارِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

یہ مال و دولتِ دُنیا یہ رشتہ و پیوند
بستانِ وہم و گمساں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنجاری
نہ ہے زمان نہ مکاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

یہ نغمہ فضلِ گل و لالہ کا نہیں مانند
بہار ہو کہ خزاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اگر چہ پُربت ہیں جماعت کی آستینوں میں

مجھے ہے حکمِ اذان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

علامہ اقبالؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مرکزی انجمن خدام لفقراء

ای بلاک ۱۰۹/بی ۳، آستانہ فقر سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی
فون: ۳۱۴۳۱۴/۳۱۴۰۰۵، اسلامی جمہوریہ پاکستان

فارم داخلہ برائے رضا کار

میں ایک پاکستانی مسلمان ہونے کی حیثیت سے انجمن ہذا کے نصب العین سے دلچسپی رکھتا ہوں / رکھتی ہوں اور اس میں بطور رضا کار / رضا کارہ شامل ہونا چاہتا ہوں / چاہتی ہوں۔ اس لیے میں اقرار کرتا ہوں / کرتی ہوں کہ اس ادارہ کے تنظیمی قواعد و ضوابط اور دیگر فیصلوں کا پابند رہوں گا / گی۔ اور اپنی استطاعت و استعداد کے مطابق اس ادارہ کے مشن کی کامیابی کے لیے رضا کارانہ طور پر ہر ممکن طریقے سے تعاون کروں گا / کروں گی۔

دستخط

نام ولدیت

نام

شناختی کارڈ نمبر

مکمل ڈاک کا نوخط پتہ (گھر و دفتر)

تاریخ

شہر

ٹیلی فون

تعارف کنندہ کا نام و مکمل پتہ

انجمن ہذا کی رکنیت حاصل کرنے کے لیے کوئی چندہ یا فیس داخلہ نہیں ہے۔

برائے دفتری کارروائی انجمن ہذا

رضا کار کارڈ نمبر

جنرل سیکرٹری

کلام اقبالؒ

شمعِ محفل ہو کے تُو جب سوز سے خالی رہا
تیرے پرانے بھی اس لذت سے بیگانے رہے
رشتہ الفت میں جب ان کو پڑ سکتا تھا تو
پھر ریشیاں کموں ترمی تسبیح کے دانے رہے

التماس

قارئین کی خدمت میں مودبانہ گزارش ہے کہ
اس کتابچہ میں اگر آپ کوئی کمی بیشی
محسوس کریں تو از لہ لطف و کرم اسے
نظر انداز کر دیں۔ البتہ آپ ہمیں اپنے
گراں قدر مشوروں سے ضرور نوازیں۔ شکریہ

(ادارہ)

رُباعی

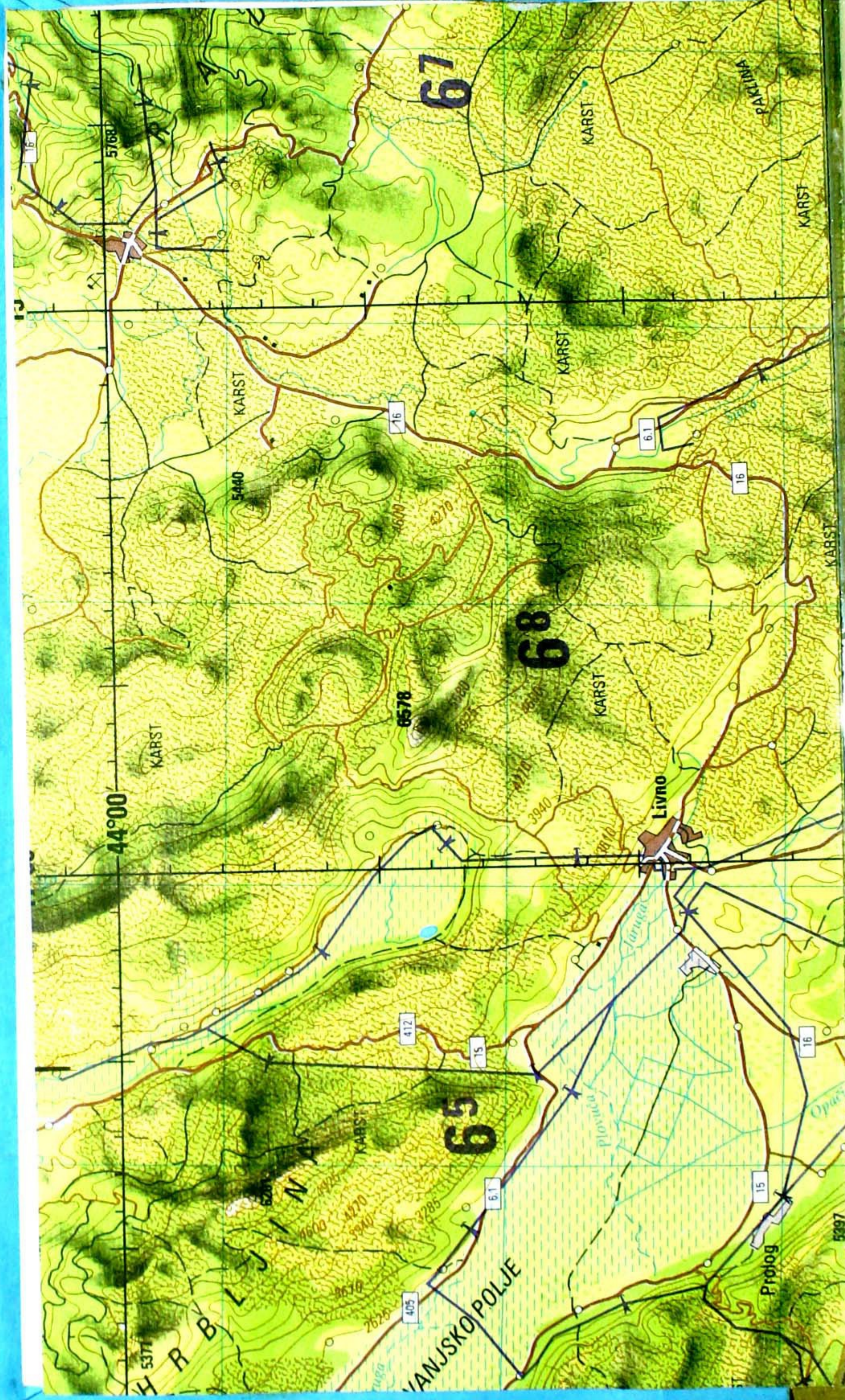
نہ مومن سے نہ مومن کی امیری
رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
ہیں ممکن امیری بے فقیری

حرمین (مکہ و مدینہ)
(مکملہ اقبال)





نذرانہ عقیدت
بدر الزمان ورک، ۱۹، سول لائنز۔ شیخوپورہ فون
۳۳۲ ۳۳۲







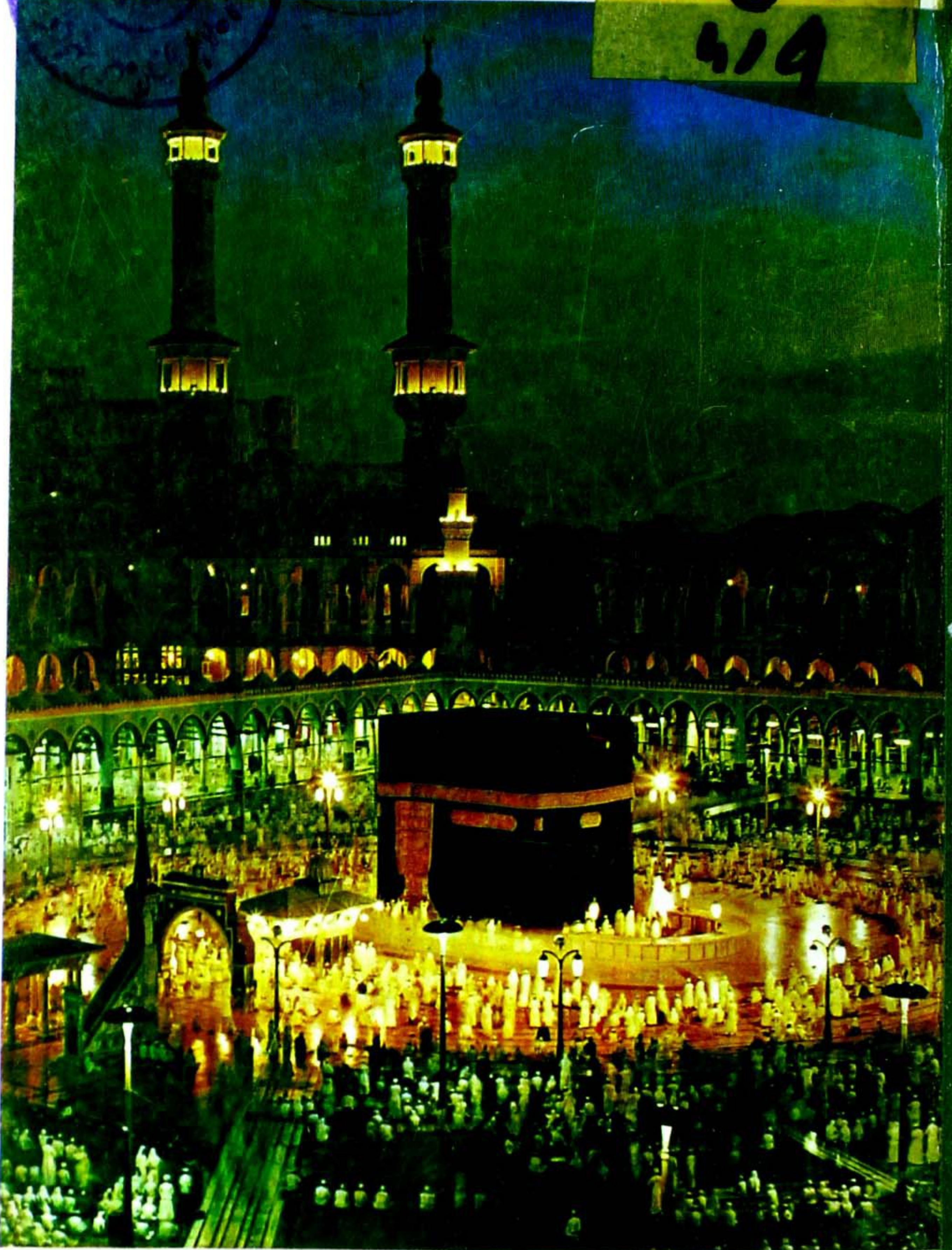
مقامات نور



69/1/1

ت م

419



تقسیم فی سبیل اللہ

شائع کردہ: شعبہ نشر و اشاعت انجمن خدام الفقراء سٹیٹ ٹاؤن راولپنڈی پاکستان